يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا فِيمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا

الحمد للہ کہ این بیان فصاحت تبیان بلاغت نشان بجواب تشحیذ الاذہان بیرزائیان مسمیٰ بہ

۵۳۲۲ع

تثبیت القرآن فی حلیف القرآن

از رشحات خامہ عبدی از عباد امام الزمان المولوی السید نسیم حسن سلمہ اللہ الرحمان

در مطبع ریاضی امروہہ باہتمام سید وجیہ الحسن پروپرائٹر در ۱۹۱۷ء طبع گردید

باراول ۲۰۰ جلد

سید ناصر حسین شایع فرمود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اصطفیٰ بوراثۃ الکتاب من عبادہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وحبیبہ الذی اسمہ محمد ن المصطفیٰ وعلیٰ احفادہ صلوٰۃً ثابتۃً یوم وعدوالیعادہ وہم الذین طہرہم اللہ عن کل الرجس واوجب طاعتہم علیٰ جمیع خلقہ الیٰ یوم میعادہ **اما بعد**

اہل اسلام ذوی الاعلام پر مخفی نہیں ہے کہ حضرت رسالت ختمی مرتبت صلعم نے اپنی اُمّت کے تہتّر فرقے ہو جانے ارشاد فرمائے ہیں جنمیں سے ایک کو ناجی باقی بہتر کو ناری فرمایا ہی فرقۂ اہل سنّت وجماعت کے عقیدہ میں ناجی وہ فرقہ ہے جو سُنّت خیرالوریٰ وسنّت صحابہ پر چلتا ہی۔ اور فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی عقیدت میں تمیز فرقۂ ناجیہ کی حدیث نبوی **مَثَلُ اَہلِ بَیتی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَن رَکِبَہا نَجیٰ وَمَن تَخَلَّفَ عَنہَا غَرِقَ وَہَویٰ** سے ہو گئی ہی یعنی فرمایا کہ میری اہل بیت کے مثل سفینۂ نوح کی مثل ہی۔ جو اس سفینۂ اہل بیت پر آ گیا اُس نے نجات پائی اور جس نے تخلّف اختیار کیا وہ غرق ہوا بہر نوع اُمّت محمّدی میں تہتّر سے زیادہ فرقے نہیں ہیں اور اسی پر علمار اسلام کا اجماع رہا ہے۔ اور اجماع حجّت شرعی عند الفقہا ہے۔ اور بالاتفاق متکلّمین فخار نے اُن فرقوں کا شمار تسمیہ والقاب کے ساتھ معہ اُنکے عقاید کے افادہ فرمادیا ہے جو یہ بھی مجمع علیہ بین الائمہ متحقق ہو چکا ہے۔ مگر اس نیرنگی زمان میں نئے نئے رنگ کے مذہب اور اُسکے موجد

۵۳۶/۱

پیدا ہوئے ہیں جنکو چوہتّروان بچھتّروان کہنا چاہیئے۔ اُنپر بھی صادق آتا ہے ع اس احاطہ سے جو باہر ہے وہ بیرونی ہے لیکن حسب مثل مشہور شیخ کا گھرانہ بڑا ہی اُنکا شمول بھی مذہبًا وملّتًہ سواد معظّم میں ہونا زیبا ہے کہ وہ حضرات شیوخ ثلاثہ کی ہے پیروی وحمایت میں سرگرمی سے دَم بھرنے والے اور عترتِ رسول پر قدح کرنیوالے ہیں اور اُن کو اہل سنّت کی جماعت میں ہونا تسلیم بھی ہے۔ دیکھو اُن کی کتاب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۸۹ و ۹۲ کو چنانچہ فی زماننا ہذا مرزائیوں کا ایک رسالہ مسماۃ بتشحیذ الاذہان بابت ماہ جون ۱۹۱۵ء ۱۶ امام العصر صاحب الزماں کی الحال موجود نہونے میں اس سُرخی بیان سے کہ (مابین احمدی وشیعہ اثنا عشری) ہماری نظر سے گذرا جسمیں بزعم خود صاحب رسالہ نے کتب معتبرہ سے اُسپر بہت زور دیا ہے۔ لاکن قبل اسکی کہ ہم تردید سدید اُس کی فقرہ شکنی سے اور اُن کی محصلات کی ایرادات سے حوالہ قلم کریں۔ ہمیں ثابت کر دینا ہر زمانہ میں حجّت خدا کی موجود ہونے کا ضرور ہی تاکہ صاحب رسالہ کا جواب اجمالی لعنوان دفع دخل کی کافی ہو جائے۔ اور ناظرین باتمکین اور مصنّفین نیک آئین کو آیندہ جواب تفصیلی میں رکاکتِ ایرادات صاحب رسالہ کے بخوبی کھُل جائے۔ مختصر ثبوت حجّت اللہ کے عالم شہود میں موجود ہونیکا یہ ہے کہ قرآن واجب الاذعان میں جابجا اُس کی اطّلاع دی گئی ہے۔ ازا نجملہ آیہ وافی ہدایہ **یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ** ہی یعنی یوم قیامت تمام آدمیونکو اُنہیں کے امام کے ساتھ بلائیں گے اس سے ہر طبقہ وہر فرقہ کی جدا جدا امام کا ہونا ظاہر ہی ازانجملہ آیہ کریمہ **لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ** ہے۔ یعنی ہم نے مرسلین بشارت دینے والے اور ڈرانے والے نافرمانی خدا سے بھیجے تاکہ آدمیونکی حجّت

اللہ پر۔ بعد انبیا و مرسلین کے نہ ہووے اس آیہ سے ضرورت عقلی و شرعی ہر زمانہ میں
بعد انبیا علیہم السلام کے حجت خدا کے موجود رہنے کی پائی گئی از انجملہ آیہ شریفہ۔
لیکون الرسول شہیداً علیکم وتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم
شہیدا۔ اور آیہ کریمہ ونزعنا من کل امۃ شہیداً۔ اور آیہ شریفہ وکذلک
جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً
اور کریمہ یوم نبعث فی کل امۃ شہیداً علیہم من انفسہم وجئنا بک شہیداً علی
ہولاء۔ اور کریمہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہولاء
شہیدا ہیں پہلی آیت سے مابین رسول اور مابین مردم کے شہداء کا بدرجہ وسط ہونا ثابت ہے
اور دوسری آیت سے ہر امت کے لئے شہید کا منتخب ہونا ثابت ہوا جو یہ آیہ قولہ یوم ندعو سے
ہم معنی فائدہ میں ہے۔ اور تیسری آیت سے ان شہداء کا امت وسط ہونا بمنطوق کلام
واضح ہے اور یہ ہی امت وسط مابین درجہ نبوت و درجہ امت کے ہوسکتی ہے کہ جو نبی بھی
نہ ہوں اور عامۃ الناس میں داخل نہ ہوں۔ فعلی ذلک یہ شہداء امت بس خلفا و ائمہ ہدی ہی
ہوسکتے ہیں نہ غیر اُنکے۔ اور چوتھی آیت سے شہداء امت کا من عند اللہ مبعوث و مقرر
ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ جو وہ نبی بھی نہیں اور مخلوق کا شاہد بھی مثل انبیا کے ہی اور پانچویں
آیت میں شہادت کی مرتبہ کو ہم معنی رسالت کے ظاہر فرمایا اور ہر طبقہ اور ہر فرقہ کی شاہد کو
جدا دکھلایا ہے جو یہ موید آیہ اولے و ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی ہے اور شاہد وہی خلیفہ نبی و امام
حقیقی ہوسکتا ہے۔ جو حاضر الزمان و حی قائم امت کی ہر طبقہ میں ہووے۔ اموات پر اطلاق
شاہد و گواہ کا صادق نہیں آتا اس دعوے پر نص محکم قولہ تعالی مقولۂ عن عیسی بن مریم
ہی جو فرمایا ہے۔ وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب

علیہم وانتَ علیٰ کلّ شیئٍ شہید۔ یعنی میں اپنی امت میں جب تک رہا اُن کے اعمال پر نگراں گواہ تھا اور جب سے تونے وفائی وعدہ میری اُٹھا لینے میں فرمائی تو اے خدا تو اُنپر نگراں اُن کے حال کا ہے اور تو ہر شے کا دیکھنے والا ہے اور ایسں شاہد اُمت کے لئے ضرور نہیں کہ جو ہر ہر فرد اُمت کے اعمال دیکھنے کو شہر بشہر اور قریہ بقریہ اور خانہ بخانہ گردش کرتا رہے۔ انبیاء سابقین بھی اپنی اپنی اُمت کی شہید و شاہد تھے اور حضرت ختمی رسالت بمصداق ویکون الرسول علیکم شہیدا گواہ و نگران حال اپنی امت اور شہداء امت کی تھے مگر کوئی ان میں کب خانہ بخانہ گردش کناں پھرتا رہا مگر یہ کہ سب کے اعمالنامہ جات پیش ہوتی رہی حدیث مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۷۵۔ عَنْ ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ انکم ترون انہٗ تخفی علیّٰ شیٍّ مما تصنعون الخ اس دعوے علم معیب کی شاہد ہے۔ ملخص ترجمہ فرمایا کہ تم صحابہ گمان کرتے ہو کہ مجھپر تمھارے اعمال مخفی رہتے ہیں۔ حالانکہ میں دیکھتا ہوں عقب سے مثل دیکھنے پیش کے خدا نے حضرت نبوی سے فرمایا ہے الم نشرح لک صدرک اور فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضٰی من رسول الایہ اور فرمایا الحقنا بہم ذریتہم اور جبکہ رسول خدا صلعم نے حذیفہ یمان کو علم ماکان ومایکون تعلیم فرمادیا جیسا کہ شیخہم ابن الحجر نے تقریب التہذیب حذیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے صح فی مسلم ان رسول اللہ اعلمہ بما کان ومایکون الیٰ یوم الساعۃ تو کیا معاذ اللہ خود یا اُنکے ملتحق بہ ذریت اُس علم سے نابلد ہو سکتی ہیں صاحب فصول مہمہ مالکی امام رضا سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا انا اہلبیت نتوارث اصاغرنا عن اکابرنا القذۃ بالقذۃ یعنی ہمارے چھوٹے ہمارے بزرگوں سے پوری وراثت علمی پاتی ہیں صفحہ (۲۸۱) اور محدثہ ہونا بھی اس اُمت میں ارائۃ الطریق فرماتا ہے کہ ملائکہ ایمہ طاہرین سے باتیں کرتے ہیں۔ لہذا

معلوم ہوا کہ متعلق اُن کے عہدہ شہادت علی الناس کی ملائکہ خبر دیتے رہتے ہیں جو مشکوۃ بصفحہ ۴۶۳ باب مناقب عمر میں اور مرزائیوں کی حقیقۃ النبوۃ میں جنرلی نبوت کی صراحت میں صفحہ ایک سو ساٹھ ۱۶۰ پر مذکور ہے فعلی ذلک جسطرح حضرت ختمی مآب بیت النبوہ میں رہکر شاھد اُمت و شہید اعمال رعیت کے تھے اور ہیں اسیطرح امام غایب حجت اللہ اور شاہد بمصداق **یوم نبعث فی کل اُمتہ شہیداً علیھم** کے اپنے زمانہ میں ہیں اور اُنکو ظاہر ہونا جملہ افراد رعیت پر واجب نہیں ہے اُن کا کام اُسوقت میں شاہد اُمت رہنے کا ہے۔ اور تصرف باطنی فرمانا اُمور شرعیہ میں پایا جاتا ہے۔ اور آیات مذکورہ الصدر کی تائید میں اخبار و احادیث حضرت نبوی سے وارد ہوئی ہیں ازانجملہ حدیث مشہور بین الجمہور **من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ** ہے کما فی شرح العقائد للنسفی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شخص کے زمانہ میں امام زمان ہوتا ہے اور یہ حدیث تفسیر واضح آیہ کریمہ۔ **یوم ندعو کل اُناس بامامھم** کی ہے اور قرآن کو امام اُس شخص مخصوص کا کہنا درست نہیں ہوتا جو اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے اس لیے کہ اگر قرآن کو امام مخصوص اُسی زمانہ کا سمجھ لیا جائے جسمیں مَن یعرف کی موت واقع ہوئی تو قرآن کی امامت مطلقہ جو کل افرادِ سلف و خلف پر ہونی لازم ہے ساقط ہوئی جاتی ہے حالانکہ احکام قرآنی از اول اسلام تا یوم قیام جملہ خاص و عام پر یکساں نافذ ہیں پھر کوئی وجہ بواسطہ اضافت کے تخصیص مَن مات کے زمانہ کی برائی بیت معطل ہوتی ہے وہو خلف بالفرور فعلے ہذا ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں امام کا وجود واجب التحقق ہے۔ دیانتی توضیحہ مدللاً

ازانجملہ حدیث عبداللہ بن عمر ہی کہ فرمایا **سمعت رسول اللہ صلعم یقول من خلع یداً من طاعۃ لقی یوم القیامۃ ولا حجۃ لہ و من مات**

ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ رواہ مسلم ونقلہ صاحب المشکوٰۃ فی کتاب الامارۃ والخلافۃ یعنی جو طاعت امام سے ہاتھ اپنا خُلع کرلے تو روز قیامت اللہ سے ملاقات کریگا کہ حجت اُس کی پاس نہ ہوگی جو شفاعت کا مستحق گردانا جائے اور جو شخص بلا بیعت امام کی مرجائے تو موت اُس کی بنا بر موت جاہلیت کے ہے۔ پس جبکہ اُمت کے زمانہ میں امام نہیں تو قلادہ بیعت اُس کی گردن میں کس امام کی بیعت کا ہوسکتا ہے کیا قرآن سے بیعت کرنا ممکن ہے اس توجیہ غیر وجیہہ اور تاویل علیل کی پاؤں ہی نہیں ہے جو دو چار قدم بھی چل سکے جمع قرآن واخبار مذکور اہلسنت سے امام وہی ہوتا ہے جو صاحب البیعۃ ہو اور قرآن سے بیعت نہیں کیجاتی ہے جو وہ صاحب بیعت امام ہوسکے لہذا بنا بر مسلکِ اہلسنت کے بھی قرآن امام نہیں ہوسکتا۔ یہ حدیث بھی مشعر ہے کہ امام ہر زمانہ میں ہوتا ہے اور اُسی کی امامت پر معاہدہ اطاعت بحکم الاعمال بالنیات واجب ہی۔ بہرنوع اس خبر سے پایا گیا کہ جو حجت اللہ سے منحرف ہوگا وہ یوم محشر بلا امام کے پیش خدا حاضر ہوگا۔ اور موت اُس کی جاہلیت پر ہوگی۔ تیسری حدیث صحیح مسلم میں ابن عباس سے منقول ہے کہ قال قال صلعم من کرہ من امیرہ شیئاً فلیصبر علیہ فانہ لیس احد من الناس یخرج من السلطان شبراً فمات علیہ الا مات میتۃ جاہلیۃ یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امیر سے کچھ بھی کراہت یا فتنہ ہوجائے۔ پس چاہیے کہ صبر کرے تحقیق شان یہ ہی کہ کوئی آدمیوں میں سے نہیں ہی کہ جو ایک بالشت بھی سلطان کی اطاعت سے نکل جاوے اور وہ اُسی حالت خروج میں مرجائے مگر یہ کہ وہ شخص جاہلیت کی موت پر مرا یہ حدیث اگرچہ بظاہر سلطان دنیوی کی اطاعت پر ناطق ہی لاکن اگر سلطان وقت کا فرد مشرک ہی تو خروج اُس کی اطاعت سے امور غیر مشروع میں موجب موت جاہلیت نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ مراد سلطان سے سلطان شرعیت لی جائے جو وہ

امام المسلمین و خلیفۃ المومنین ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی امام فی کلِّ زمان پر دلالت کرتی ہے
جو یہ سلطان دینی دوسرے زمانہ والوں کا امیر نہیں کہا جا سکتا کہ اضافت من امیرہ کی مخصص
اُسی شخص کے زمانہ سے ہے دوسرے زمانہ والے اُس کی رعیت نہیں کہی جا سکتی۔ چوتھی حدیث
ابوہریرہ کی متفق علیہ بین الشیخین یہ ہے کہ فرمایا حضرت ختمی نبوت نے حدیث طویل میں ومن
یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی وانّما الامام جُنّۃٌ یقاتل
من ورائہ یعنی جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کا
گناہ یعنی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی سوائے اس کے نہیں کہ امام پشت پناہ ہوتا ہے
لڑائی میں کہ اُس کی عقب میں لڑتے ہیں۔ یہاں بھی امیر سے مراد امام المسلمین ہے بدلیل قولہ انما الامام
کے جو بعد اُس کے وارد ہے اور ہر شخص کو اطاعت و عصیاں کا موقع اُسی وقت مل سکتا ہے جبکہ
اُس کے زمانہ میں امام ہو اور اُس کے احکام بالواسطہ یا بلا واسطہ نافذ ہوں۔ جیسا کہ رسول خدا کے احکام
صفحات عرب و یمن وغیرہ میں بالواسطہ جاری رہی اور آنحضرت صلعم اُن صفحات سے غایب تھے
اور اگر کہا جائے کہ اب اس زمانہ میں سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین و امام جماعت متسننین ہیں
اخبار میں جو حکم اطاعت و نہی عصیاں کا وارد ہوا ہے وہ اِن سے ہی متعلق ہوتا ہے سو اس زعم کو
احادیث متواتر الائمۃ من قریش نے باطل فرما دیا ہے جو صحاح اہل سنت میں طُرق
شتی سے ماثور ہے۔ اور اُس میں قید اثنا عشر کی مذکور ہے اور امرا دنیوی کی اطاعتُ مثل
اطاعت حضرت نبوی کے وارد ہونے عقلاً و شرعاً ممنوع بھی ہے۔ نوٹ۔ فی زماننا سُنا جاتا ہے
کہ اہل سنت کے امام زمانہ تشریف ہو گئے ہیں مگر وہ صاحب سیف نہیں جو قہر متغلبین و متلصصین
کر سکیں کما فی عقائد النسفی فرقہ حقہ شیعہ اس شرط ظہور بسیف کو امام نایب بننے کے لیے تسلیم
نہیں کرتے۔ کیونکہ ظاہر و مختفی ہر حال میں نبی ہے آنحضرت صلعم قبل از ہجرت و بعد از ہجرت نبی ہی تھے

امامهم فخر رازی تفسیر کبیر میں بصفحہ (۳۳۷) ج ا نقل فرماتے ہیں ان اسمٰعیل وولدہ لم یکونوا
متصرفین فی الکل علی سبیل الاستیلاء لایتجاسرون علی الدخول فی اوائل
العراق بل کانوا محصورین فی البادیۃ برخلاف اس حضور نبی اللہ کے حضرات
اہل سنت غلبہ و استیلاء کی شرط امام کے لیے لگاتے ہیں جو یہ منافی سیرت انبیاء سے ہے فالوصی
اعذر منہ فتدبر۔ پانچویں حدیث زید بن خارجہ مولیٰ رسول اللہ کی ہے جو سید علی الہمدانی
حنفی نے مودۃ القربیٰ میں نقل فرمائی ہے کہ حدیث طویل میں رسول خدا نے علی مرتضیٰ کیطرف
اشارہ فرماکر ارشاد کیا ولکل نبی آیۃ وھذا آیۃ ربی والائمۃ الطاہرین من
ولدہ آیات ربی لن تخلوا الارض من الآیات ما یبقی اللہ احداً من ذریتہ
وعلیھم تقوم القیامۃ یعنی ہر نبی کے لیے ایک آیۃ ہے اور یہ یعنی علی میرے رب کی آیۃ ہے
اور آئمۂ معصومین اُس کی اولاد سے میرے پروردگار کی آیات ہیں۔ زمین ہرگز آیات سے
خالی نہ ہوگی۔ جب تک کہ اللہ اُس کی ذریت سے باقی رکھے گا اور اُنہیں کے عہد میں قیامت
قائم ہوگی انتہی اور یہ خبر تائیدیہ مقصود میں منصوص ہے اور مؤید اُس کے دیگر اخبار ہیں
جو بوجہ طوالت کے تحریر سے ترک کردی گئیں۔

اب از جملہ ثبوت حجۃ اللہ فی کل زماں موجود ہونے کے اعتراف جہانندہ علماء کو بعنوان گلی از
گلزار دکھلایا جاتا ہے کہ علامۃ الدہر حامل الصناعۃ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں فضیل بن
عیاض وغیرہ کو حجۃ لاہل زمانہ نقل کیا ہے بدیں حجت کہ ہر زمانہ میں ہر قوم کا حجت اللہ
ہوتا ہے۔ عبارت تذکرۂ مذکورہ یہ ہے۔ لم یزل لکل قوم حجۃ فی زمانھم
وان فضیل بن عیاض حجۃ لاہل زمانہ۔ صفحہ (۱۲۳) ج ۱۔ اور دیکھو لکھا
ہے ابوبکر الشافعی الامام حجۃ صفحہ (۹۶) ج ۳ الحجۃ ابو محمد البنانی البصری صفحہ (۱۱۱)

ج ۱۔ اس محاورہ لکل قوم حجۃ فی زمانہم نے واضح کر دیا کہ ہر زمانہ کا امام جداگانہ ہوتا ہے فضیل جسطرح اپنے زمانہ کا حجۃ اللہ سمجھا گیا۔ وہ دوسرے زمانہ کا حجۃ اللہ نہیں بلکہ اُسوقت کی حجۃ ابو بکر الشافعی اسیطرح تیسرے وقت ابو محمد البصری حجت (بقائی) دی گئی پس یہ شبہ کہ امام زمانہ قرآن مجید ہے مرتفع ہوا کیونکہ قرآن مخصوص کسی زمانہ سے نہیں ہو سکتا جو دوسرے زمانہ سے تعلق اُس کا نہ ہو۔ پس تحقیق انیق کے مدارج پر پہونچ گیا کہ ہر زمانہ میں حجۃ اللہ کا ہونا بغرض اتمام حجت من اللہ علی الناس کی لابدی امر ہے۔ عام اس سے کہ کوئی فرقہ حضرت (قائم) آل محمد کو حجت تسلیم کرے یا نکرے مگر وجود حجت فی کل زمان سے انکار نہیں کر سکتا مگر وہ شخص جو نصوص سے منحرف ہو۔ فرق مابین لبس اسیقدر ہے کہ مخالفین بوجہ شدت ضغائن کی حجۃ اللہ عترت نبی کو تسلیم نہیں کرتے استحالات وہمی و خیالی پیش کرتے ہیں اور بملاحظہ ضرورت موجود ہونے حجۃ اللہ فی کل الزمان کے جو کریمہ (یوم ندعو کل اُناس باما مہم) میں منصوصاً مذکور اور حدیث (من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاہلیۃً) میں ماثور ہے۔ بہزار ناچاری اپنی علما کو ہی حجت فی زمانہم قرار دیتے ہیں۔ الحق ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم و آباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

اب اصل رسالہ تشحیذ الاذہان کیطرف نظر کی جاتی ہے ابتدا رسالہ میں بعد بسم اللہ قولہ **نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم** ہے۔

اقول ۔ اصحاب حدیث نے مثل محدّث ابن الحجر ہیتمی صاحب صواعق محرقہ کے نقل فرمایا ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے **لا تصلّوا علیّ الصلوٰۃ البُتیر** اور صحابہ نے عرض کیا۔ **وما الصلوٰۃ البُتیر** ار قال صلعم **تقولون اللّٰھم صل علی محمّد وتمسکون بل قولو اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد** ملخص ترجمہ مجھپر ادھورا درود نہ بھیجو کہا کہ درود بُتیرا کیا ہے فرمایا کہ **اللّٰھم صلّ علی محمّد** تم کہتے ہو اور سکوت کرجاتے ہو بلکہ کہو کہ **اللّٰھم صلّ علی محمّد و آل محمّد** صاحب رسالہ کی اس صلوٰۃ بُتیرہ لکھنے سے یہ تو ظاہر ہوا کہ اُنکو بغض عداوت وکم ازکم اکراہ آل محمد سے ہے جو اُنکو درود میں شامل نہیں کیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اُنکو پوری تاسّی اور پیروی اُنہیں صحابہ کی ہے جن کو آنحضرت صلعم نے صلواۃ بتیرا کہنے سے منع فرمایا تھا مگر عجب تو یہ ہے کہ حدیث نبویؐ **لو نزکتم سُنّۃ نبیّکم لکفرتم** کے معنی صاحب رسالہ کیا سمجھے ہوئے ہیں کما فی سنن ابی داؤد اخرجہ عنہ صاحب جامع الاصول (۳۵۴) صفحہ صاحب رسالہ نے (تحقیق امام آخرالزمان مابین احمدی وشیعہ اثنا عشری) کے سرخی لکھکر (سوال منجانب شیعہ اثنا عشری) یہ فرضی قایم کیا ہے (اگر کتب شیعہ سے امام غائب یعنی بارہویں[۱۲] امام محمّد بن الحسن العسکری کی وفات ثابت ہوجائے تو میں حضرت مرزا صاحب کو امام آخرالزمان مان کر بیعت کرتا ہوں) اس کے بعد (جواب منجانب احمدی) یہ تحریر کیا ہے واضح ہو کہ امام غایب کی پیدائش سنہ ۲۵۵ھ میں ہے۔ اور غیبت کبریٰ کا سنہ ۳۲۹ھ سے شروع ہوتا ہے نوع انسان میں ایک بشر جسکو پیدا ہوئے ایک ہزار[۱۰۷۴] اٹھتر برس ہوچکے

اور جو کہ ہزار برس سے غایب ہے۔ اُس وفات سے تو اُس کی حیات ثابت کرنا ضرور رہی۔ بالفرض اگر اُس کی وفات کا کسی کو علم نہو تو اِس عدم علم کو عدم وقوع کہاں مستلزم ہے۔ پھر اسی اعتراض کو نمبر۲ میں مدلل کیا ہے کہ قرآن میں انتہائی سن ارذل العمر وارد ہوا ہے اور مقصود ارذل العمر سے زیادہ سے زیادہ ستر۷۰ سو برس کتب شیعہ میں ہے مثل تفسیر قمی اور کتاب خصال اور تفسیر صافی و فروع کافی کتاب الروضہ کی کہا اور عبارت قمی یہ لکھی ہے۔ **اذا بلغ العبد ماۃ سنۃ فذلک ارذل العمر** انتہی ملخصاً اسپر یہ ایراد فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ امام غایب بعد نزول قرآن مجید تیسری صدی میں پیدا ہوئے ہیں اب قرآن تو اپنے مخاطبین سے کہتا ہے کہ جو تم میں سے ارذل عمر تک جیتے رہیں گے۔ اُس کے عوض میں اسیقدر وہ علم و عقل سے بے بہرہ کیے جایئں گے انتہی ترجمتہٗ پھر امام قایم و غایب کے لیے کسطرح ممکن ہے کہ وہ گیارہ سو برس سے زندہ ہوں اور اُن کی عقل و علم و حواس بدستور قایم ہوں۔

اقول پہلے تو ہمیں اصل سوال پر نظر کرنی ہے جو منجانب شیعہ اثنا عشری قایم کیا ہے کہ کوئی مرد مسلمان چہ جائے کہ شیعہ امامیہ ایسا سوال جس میں قبول کر لینا حضرت مرزا صاحب کی امامت آخری کو ہو ہرگز نہیں کر سکتا اس لیئے کہ امامت ولایت خلافت نیابت وصایات نبویہ کو کتاب اللہ نے انبیاء و مرسلین کی ذریت و عترت میں محدود ہونا ثابت فرما دیا ہے۔ کہیں یار و اغیار مثل ٹرکی و مرزائی وغیرہ کو مستحق اُس کا نہیں دکھلایا ہم یہاں بخوف طوالت اُن تمام آیات کو نقل نہیں کرتے جن میں خصوصیت اِس عہدہ و منصب کے لیئے عترت و ذریت کے وارد ہے مگر ایک دو آیہ کو پیش کیتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

یرید اللہ لیبین لکم و یہدیکم سنن الذین من قبلکم الی قولہ و یرید الذین یتبعون الشہوات الآیہ یعنی اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے بیان فرماوے اور

تمکو پہلے لوگوں کے طریقہ وقاعدے ہدایت فرمائے جو تم سے پہلے گذرے ہیں الی قولہ
اور جو اتباع خواہشوں کا کرتے ہیں وہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم پورے منحرف ہو جاؤ۔ اب ملاحظہ ہو
دوسری آیت پہلے لوگوں کے طریقہ کا ذکر فرماتا ہے کہ کہا حضرت زکریا نے **وانی خفت
المولی من وراۤئی وکانت امراتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیاً
یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیاً یازکریا انا نبشرک
بغلام اسمہ یحییٰ** الآیہ یعنی مجھے ہر آئنہ اپنے بعد دوست و آشنا اور یاروں سے اور
کنبہ کے لوگوں سے خوف ہے۔ اور میری بیوی عاقر ہے۔ پس مجھے اپنے لطف سے وارث دیدے
جو میرا اور آلِ یعقوب کا وراثت پانیوالا ہو۔ اور اے پروردگار میری اُس کو پسندیدہ و برگزیدہ
قرار فرمادے (جواب ملا) اے زکریا بتحقیق ہم تجھے ایک ایسے بچّے کی خوشخبری دیتے ہیں جسکا
نام یحییٰ ہے الخ۔ بہر نوع ذریت اور عترت کی تخصیص وراثت نبوّت میں بخوبی ظاہر ہوئی جس کی
ہدایت ہمارے پیغمبر کو اُس کی پیروی کے آیہ صدر میں مذکور ہے اور احادیث متوافرہ من طرق
شتی میں ائمہ اثنا عشر کا ہونا وہ بھی مخصوص قبیلہ و قوم پیغمبر سے کتب اہل سنت سے ثابت ہو چکا
ہے۔ حدیث صحیح مسلم **ان ہذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیہم اثنا عشر
خلیفۃً کلھم من قریش** اس کی مُظہر و مُثبت و مُوضح و شاہد ہے۔ بعد ازیں وہ کونسا
مرد مُسلمان شیعہ اثنا عشری سائل ہے جو مرزائیوں کی امام مرزائی لنسل کو جو نہ عترت رسول
ہیں نہ قوم قریش سے ہیں امام زمان عقیدہ کرتا ہوا اُنکی بیعت علی الاعلان پر تیار ہو گیا بجز اسکے
کہ سوال کی بندش نے ہی کشف افتراض کر دیا۔ کہ حضرت مجیب ہے خود سائل بھی ہیں۔ ۶ خود کوزہ
و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ پھر تو یہ ہو گیا کہ الفاظ تو لکھ گئے کہ وفات امام غایب اگر کتب شیعہ سے
ثابت ہو جائے۔ لاکن جواب ہے کہ ہاتھ نہیں آتا اس کا جواب پیدا ہوا ہو تو ہاتھ بھی آجاوے

امر غیر واقع کو کہاں سے لائیں اس لیئے کہ ذمۂ مجیب کے کتب شیعہ سے وفات کا ثابت کرنا لازم تھا احتمالات عقلی و شکوک طبعی و ممکنات عادی سے سائل نے جواب طلب نہیں کیا تھا سو بحمد اللہ صاحب رسالہ نے بعد تسلیم فرمالینے ولادت صاحب العصر کی تمام رسالہ میں از اول تا آخر کتب اثنا عشری سے وفات صاحب عصر کا واقع ہونا بلکہ کتب جملہ فرق اسلام سے ثابت نہیں فرمایا اور جو صاحب رسالہ نے مسئلہ حکیمیہ میں قدم فرسائی فرما کر عدم علم کو عدم وقوع وفات کے استلزام سے روشوئی غرض سے انکار کیا ہے۔ یہ فقرہ برائے بیت اور اصل جواب سے بے تعلق اور محض بے ربط ہے۔ کتب شیعہ میں عدم علم و عدم وقوع وفات کو نہیں لکھا۔ صاحب رسالہ کو اپنا فرض منصبی ادا کرنا لازم و مستلزم ہے استلزام عقلی سے بحث کرنی شتر گربہ ہے۔ مگر ہم تبرعاً کہتے ہیں کہ ضرور مستلزم عادی ہے۔ اسوجہ سے کہ اسلام کے اصحاب تاریخ و علمائے سیر نے واقعہ نویسی میں ایسا بلیغ اہتمام رکھا ہے کہ ہر رطب و یابس اچھی و بری سانحہ و نائبہ و واقعہ کو قلم بند فرما دیا ہے کہ خلفاء اسلام کی عیوب و بدعات و احداث و اولیات کے لکھدینے میں شرم نہیں فرمائی اور تعصب سے کام نہیں لیا وہ اپنی سچی واقعہ نویسی کے سبب بدنام و بدمذہب کہلائے گئے۔ اور کہے جاتے ہیں۔ مگر اُنھوں نے اپنی عہدہ واقعہ نویسی کو ہاتھ سے نہیں دیا پس یہ سانحہ وفات اگر حادث ہوا ہوتا۔ تو کب قابل ترک ولایق فروگذاشت کی اسلام میں تھا۔ اکثر مورخین اہل سنۃ و جماعۃ تھے۔ وہ مذہبی ویل میں ہی روافض کی تردید میں اُس کو نقل کرتے۔ حالانکہ امام العصر کی جنسیت اشہر مشارق و مغارب ہی وہ کسوجہ سے ایسی جنس اشہر الاجناس کے واقعہ وفات کو چھپا سکتے تھے۔ لہذا ناظرین اخبار اسلامی کے لیئے کوئی وجہ عدم علم کی وقوع وفات پر نہیں ہو سکتی۔ جو یہاں پر مستلزم ہونے نہونے سے بحث ہوئے

اب ہم صاحب رسالہ کی استدلال ارذل العمر پر نظر کرتے ہیں۔ آیہ شریفہ جس کا ترجمہ صحیح یا محرف صاحب رسالہ نے لکھدیا ہے۔ وہ آیہ شریفہ یہ ہے **واللہ خلقکم ثم یتوفکم و منکم من**

یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا یعنی اور اللہ نے تمہیں خلق کیا ہے پھر تمکو وفات دیگا۔ اور بعض تم مین سے وہ ہے جو ناکارہ عمر کو پھیرا جاتا ہے کہ نہ جانے کچھ بھی بعد جان لینے کے اب ہم بوجوہ عدیدہ اس استدلال کو مرتفع کرتے ہیں۔

اول یہ کہ یہ آیہ کریمہ بوجوہ عموم نہیں ہے بلکہ قضیہ مہملہ کے حکم میں ہی جو قضیہ جزیہ اُس میں ہوتا ہے تو یہ حال بعض عباد سے متعلق رہا نہ کل الناس سے اور لفظ من موصولہ مفید معنی عموم کو نہیں ہے۔ جیساکہ اصول میں مذکور ہے۔ بلکہ غیر معین فرد کے لئے مقرر ہے تو کوئی وجہ عموم کی یقینیہ نہیں۔ جس سے استدلال صاحب الزمان کے سن شریف پر ہو سکے۔ حالانکہ وقوع احتمال پر استدلال باطل ہوتا ہے چہ جائیکہ یقین کی حالت میں کسطرح باطل نہ ہو۔

دویم یہ کہ سلمنا کہ یہ آیہ عموم پر دلالت کرتا ہے تو لازم ہوگا کہ خطاب نوع انسان سے ہے بدلیل بیان یکجائی تخلیق کی جسمیں تمام بنی آدم شامل ہیں ورنہ خطاب حاضر کا مقتضی ہو کہ ارذل العمر کا حکم مخصوص حاضرین عہد رسالت سے ہے فلا جدوی للمدعی پس جسطرح حیات اصحاب کہف آیات قرآنی **فضربنا علی آذانہم فی الکہف سنین عددا ثم بعثناہم الخ** اُس کی مخصص ہو گئی ہے اس تعمیم ارذل العمر سے اسیطرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ **بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین** یعنی ان کنتم بتقایہ مومنین ترجمہ بقیۃ اللہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان لانیوالے ہو یعنی اُس بقیت اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو علامہ نور الدین ابن الصباغ مالکی کی کتاب فصول مہمہ میں نقل کرتے ہیں سیرت امام العصر میں **فاول ماینطق ہذہ الآیہ بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین ثم یقول انا بقیۃ اللہ وخلیفتہ وحجتہ علیکم فلا یسلم مسلم علیہ الا قال السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی الارض** انتہی یعنی حضرت قائم زمانہ ظہور میں اول اسی آیہ شریفہ کو تلاوت فرماوینگے پھر ارشاد کرینگے

کہ میں بقیۃ اللہ اور اُس کا خلیفہ اور اُسی کی حجت نمبر ہوں۔ پس کوئی مسلمان آپ پر سلام نہ کریگا۔
مگر یہ کہے کہ السلام علیک **یا بقیۃ اللہ فی الارض** انتہی لہذا یہ آیہ بغرض اس کے کہ آیہ
ارذل العمر عام ہووے مخصّص اُس کی ہو گئی لہذا استدلال مجیب برخاست ہوا اور حضرت بقیۃ اللہ
حجت قایم اُس ارذل العمر سے مستثنیٰ رہے۔ سیوم یہ کہ اگر آیہ ارذل العمر عام ہے تو حدیث نبوی بنابر
اصول اہل سنت کے مخصص ہے ورنہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ مخصص آیات میراث کی نہ رہیگی
اور ابوبکر صدیق پر وضع حدیث لازم آئے گی پس حدیث مخصّص آیہ ارذل العمر کی خبر معتبر متفق
علیہ بین جمہور المحدثین **یملاء الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً** ہے
جو مصباح نبوّت سے جلوہ افروز جہاں ہوئی ہے اور جماہیر محدّثین و خدّام اخبار خیر المرسلین نے اُسکو
بالاتفاق نقل کیا ہے اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ کلام پیغمبر صلعم صدق و یقینی و اخبار آنحضرت شدنی
ہے۔ اور وہ ہنوز وقوع میں نہیں آئیں کہ جو زمین جور و ظلم سے بھر کر قسط و عدل سے معمور
ہو جاتے۔ ابھی تک مراسم اسلام جملہ صفحات ارض میں جاری ہیں امتلاء بجور و ظلم اُس وقت بو صادق
آسکتا ہے کہ جب اہل ایمان کے شعار و اعمال حسنات اور احکام شریعت کا نفاذ کالعدم ہو جائے
تو بعد اعتراف ولادت کے جب تک مخبر صادق کا اخبار رمایاتی وقوع میں نہ آیگا وفات کا احتمال
بالبداہۃ کفر ہوگا کہ ایسی تکذیب مخبر صادق و مصدوق کے لازم آتی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ۔
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی پیغمبر خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا ہی
اُس کا کلام نہیں ہے۔ مگر وحی الٰہی حضرت قایم بامر اللہ کے بقاء و حیات نعمت خالق کائنات زیادہ
مشابہ ہے حضرت نوح کے حالات سے جبکہ اُنکی قوم نے کہا **ما نراک الا بشراً مثلنا و ما**
نراک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای الخ تو فرمایا حضرت نوح نے
ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی و اتانی رحمۃ من عندہ فعمیت

علیکم یعنی ہم تجھے اے نوح نہیں دیکھتے ہیں مگر یہ کہ بشر ہو ہماری مثل اور جو تیرے تابع ہیں وہ ظاہر رذیل ہیں فرمایا کہ اگر میں صاحب بیّنہ و رحمت من عند اللہ کی ہوں تو تم پر وہ نعمات پوشیدہ رکھے گئے ہیں اسیطرح آپ کی امامت و قیام و حجیت علی الناس کو اس اُمت میں منکرین سے پوشیدہ رکھا گیا ہے فعلیٰ ذالک بقائے وجود ذیجود ثابت و برقرار ہے

چہارم یہ کہ اگر آیہ ارذل العمر کو بوجہ عموم الناس فرض کر لیا جائے۔ تاہم یہ عموم بوجہ کلی فی الکل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر عام بوجہ کلی فی الکل کے نہیں ہوا کرتا۔ استثنائے اہل بیت نبی کا بالقطع مسلم ہے۔ اس لئے کہ مقربان حضرت الٰہی کسی درجہ تک کی عمر میں بھی لاعلم و نے عقل نہیں ہوئے یہ ارذل العمر مخصوص عُراض الناس سے ہی متعلق ہے۔ لا یقاس بہم ہولآء جیسا کہ علی الہمدانی الحنفی نے کتاب مودۃ القربیٰ میں ابن عمر سے نقل کیا ہے قال کنا اذا عددنا اصحاب النبی قلنا ابوبکر و عمر و عثمان فقال رجل یا ابا عبد الرحمٰن فعلیٌ قال علی من اہل البیت لا یقاس احد بہ الحدیث اور دوسری روایت احمد الکوری البغدادی سے یہ نقل فرمائی ہے قال سمعت عبد اللہ بن احمد حنبل قال سئلت ابی عن التفضیل فقال ابوبکر و عمر و عثمان ثم سکت فقلت یا ابہ علی بن ابی طالب قال من اہل البیت لا یقاس بہ ہولآء صفحہ ۳۳ و ۳۴ وہکذا فی المرقاۃ لعلی القاری فی شرح المشکوٰۃ وہکذا فی حاشیہ سنن ابی داؤد منہ علی قول الحدیث المذکور

پنجم یہ کہ اگر آیہ ارذل العمر کو بوجہ عموم فی الکل فرض کر لیا جاوے تو تجربات و مشاہدات اُس کے مخالف ہیں کہ بعض انسان ساٹھ برس میں سٹھیا جاتے ہیں بعض سو برس سے زاید عمر میں صحیح الحواس رہتے ہیں۔ لہٰذا آیہ شریفہ کا مصداق بوجہ عموم فی الکل نہ قاعدۃً صحیح ہے نہ معناً صحیح ہوتا ہے اور بعنوان دفع دخل کے کہا جاتا ہے کہ صاحب العصر والزمان لیس ہیں امام المجتہدین جنکی ولادت کو

صاحب رسالہ نے ۲۵۵ سنہ ہجری میں تسلیم کرلیا ہے۔ اور رسولخدا صلعم نے خاصتہً انہیں کے حق میں
حدیث یملاء الارض کی ارشاد فرمائی ہے۔ شواہد اس کے بس بسیار ہیں مگر ہم اشارۃً بحوالۂ کتب
واسماء محدثین وروات کی نقل کرتے ہیں **فمن شاء تفصیلہ فعلیہ الرجوع الیہا** دیکھو
فتوحات مکیہ کو شیخ اکبر محی الدین نے موجود ہونا امام مہدی بن الحسن العسکری بن الامام علی النقی کا
بہت مفصل ومصرح مع حدیث بالمعنی لاکن **لایخرج حتی تملی الارض جوراً وظلماً**
فیملاہا قسطاً وعدلاً کی نقل فرمایا ہے اور عبد الوہاب شعرانی نے شیخ حسن عراقی کا مشرف ہونا اپنی
کتاب لواقع الانوار میں تحریر فرما دیا ہے اور آنحضرت صاحب الزمان کی حیّ قایم ہونے کو مع نسب سلسلۃ
الذہب مذکور آئمہ طاہرہ کی محدث معین الدین نے کتاب دراسات اللبیب میں اور محدث **جمال الدین**
نے روضۃ الاحباب میں اور **عبد الحق محدث دہلوی** نے رسالۂ مناقب آئمہ اطہار میں اور
عارف بالحق علی اکبر المودودی نے حاشیہ نفحات میں اور ملّا جامی نے شواہد النبوۃ
میں اور علامہ فی الحدیث محمد بن یوسف گنجی نے کتاب البیان میں اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے کتاب
مسلسلات المشہور لفضل مبین میں اور محدّث مالکی المذہب ابن الصباغ نے فصول مہمّہ میں اور علامہ
محمد بن طلحہ الشافعی نے مطالب السئول میں اور عارف حقانی علی الہمدانی الحنفی نے مودۃ القربیٰ میں
نقل کیا ہے۔ اب عذر خنک حیات کے ثابت کرنے کا بھی برخاست ہوا اور مجیب کی ذمہ داری بحال
خود وفات کے ثابت کرنے میں کتب شیعہ سے ہنوز باقی رہی۔ کہ کتب تفسیر قمی وتفسیر صافی وفروع
کافی وکتاب خصال سے جو معنی ارذل العمر کے مجیب نے دکھلائی تھی۔ وہ اس مبحث سے بے تعلق اور
اپنے معنی میں ثابت الحمد للہ بوجہ کافی رہی۔

قولہ نمبر ۳۔ کتب شیعہ میں امام صاحب العصر کو صرف امام غائب ہی نہیں کہا گیا ہے بلکہ اس سے

بقیہ حاضر بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ محقق ابن بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں۔ ثم محمد بن الحسن الحجۃ

القائم بامر اللہ صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمن فی ارضہ الحاضر فی الامصار والغائب عن الانظار

انتہی پھر لکھا ہے ولا جنس اشہر من جنس القائم لانہ مذکور فی المشرق والمغرب اکمال الدین

لمحقق ابن بابویہ پس جو امام کہ حاضر فی الامصار اور جنس اشہر اور مذکور فی المشرق والمغرب

اور پورے ساز و سامان وامیرانہ ٹھاٹھہ کے ساتھ زندہ ہے اُس کو غایب کسطرح کہہ سکتے ہیں اگر

امام فوت نہیں ہو چکے تو اس تمام شہرت کے مقابل غیبت کلی کا اثر کیوں عالمگیر ہے انتہی ملخصاً

اقول ہم پہلے ثابت کر چکے کہ حجت الٰہی کا ہونا ہر زمانہ میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی تحقیق کے درجہ پر پہونچا

چکے کہ حضرت قائم زندہ موجود ہیں۔ اس کے بعد جو صاحب رسالہ چون وچرا غیبت میں فرما رہے

ہیں۔ اور اعتقادات ابن بابویہ سے آنحضرت علیہ السلام کی حجۃ قایم وخلیفۃ الرحمن ہونے کو اور

بھی اکمال الدین سے آپکے جنس اشہر ہونے کو جتلا رہی ہیں محض تسوید بیاض ہے۔ رسالہ کو

ضخیم بنانے کی تدبیریں ہیں ورنہ بعد ثبوت لن تخلو الارض ولا یخرج حتی تملی الارض کے باقی

اعتراضات صاحب رسالہ کے الی آخرہا بلکہ تمام اسفار منکرین کے عبث ولاطائل وحشو وزوائد ہین

اس میں تردید کرنی تضیع اوقات کو اختیار کر لینا ہے مگر مجبور کیا کریں۔ جو تعاقب نکریں داب تردید

کلی سے باہر ہے۔ لہٰذا ہم مجیب کے ہر سہ ایراد کے جواب شافی جو متعلق غیبت اور اشہر الجنس اور

حاضر فی الزمان ہونے صاحب الامر کے کیے گئے ہیں جدا جدا دکھلاتے ہیں۔

اوّل غیبت وظہور آنحضرت علیہ السلام بحکم محکم خداوند عالم کی ہے جیسے صاحب ما ینطق عن الھوی ان ھو الا

وحی یوحی آپ کے جدّ امجد صلعم نے احادیث متواتر النقل میں بتعین اوقات غیبت اور وقت ظہور کو

صاف الفاظ میں اعلام فرما دیا ہے۔ تاہم وہ تعیّن اپنے تحقق میں مبہم ہے۔ اور وہ احادیث یہ ہیں

لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ رجلا من اہل بیتی یملاھا عدلاً کما ملئت جوراً کما فی سنن

ابی داؤد وہکذا فی الترمذی یعنی اگر ایک دن باقی رہیگا زمانہ میں البتہ خداوند تعالیٰ اُسی دن

ایک شخص کو میرے اہل بیت میں سے مبعوث فرمایگا کہ اُس دن کو عدل سے بھر دیگا۔ جیسا کہ ظلم سے بھری ہوگی انتہی اس خبر سے مبعوث ہونا منجانب اللہ ایسے بزرگ کا جو اہل بیت پیغمبر صلعم سے ہو بوجہ حتم و جزم پایا گیا حتی کہ اگر ایک روز بھی دُنیا میں باقی رہیگا تو بھی مبعوث ہونا لازمی امر ہے

دوسری حدیث سیکون بعدی خلفا الی قولہ ثم یخرج المہدی من اہل بیتی یملاء الارض عدلاً کما ملئت جوراً انتہی ذکرہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر یعنی بعد ملوک جابرہ کے مہدی جو میرے اہل بیت سے ہے خروج کرے گا زمین کو عدل سے معمور کر دیگا۔ جیسا کہ زمین جور سے بھری ہوئی ہوگی انتہی یہاں پر احتجاج قولہ یملاء الارض و ملئت جوراً سے ہی کہ ظہور آپ کا ملئت جوراً پر موقوف ہے اور وہ اُسیوقت صادق آسکتا ہے جبکہ تمام مسلمان باستثنار اصحاب معدودین کہ ہوتے ہیں سنی و شیعہ اور سیرت و بطون میں مجسم بد بنیا ہو جائیں گے۔ اور ایک روایۃ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ظہور اُسوقت ہوگا جبکہ دو ثلث اہل اسلام دین سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ بہر نوع ایسی حالت برگشتگی کے مصداق ملئت جوراً کی ہے جو یہ حالت اِسوقت تک حادث نہیں پس یہی مدت انقضائے زمان غیبت کی ہے کہ تا انقراض شعائر اسلام غیبت ہے اور یہ ہی وقت ظہور کا ہے تو بھی تحقق اسوقت کا مبہم ہی ہا کسوقت امتلاء ارض جور و ظلم سمجھی جائے گی اور کب تمام مسلمان بسیرت دنیا مجسم اور کس زمانہ میں دو ثلث مرتد ہو جائیں گے اُنکا شمار و تشخیص ہی مشکل امر ہے چونکہ تعین وقت ظہور از جملہ پیشین گوئی کی ہے اور وہ ہمیشہ مبہم ہوا کرتی ہے لہذا یہ تعین مصرح بھی ابہام سے خالی نہیں ہے کہ جب ممتلی ہونا زمین کا ظلم و جور سے صادق آجائیگا۔ اُسیوقت ظہور فرمائیں گے آنحضرت ختمی حجت رب العزت خلاف حکم و خبر اپنے جد امجد ما ینطق عن الہوٰی کی کسطرح تارک غیبت ہو کر زاغ و زغن کی فہمائش اور لوگوں کی طرح طرح کی شماتت سے ظہور فرما سکتے ہیں اس رمز کو شیخ اکبر پا گئے ہیں جو لکھتے ہیں لاکن لا یخرج حتی تملی الارض جوراً و ظلماً مگر تعین توقیت وہ بھی نکر سکے

دوم اشتہر الجنس ہونا صاحب الامر کا اس سے کیا زیادہ ہو سکتا ہے۔ کہ مخالفین بھی اُن کے وجود ذیجود پر ناطق ہو گئے۔ جیسا کہ ہمنے اُن کے اسمار گرامی صدر میں معہ کتب مدونہ کے نقل کیے والفضل ماشہدت بہ الاعداء۔

سیوم حاضر ہونا آنحضرت علیہ السلام کا امصار میں اور مخفی رہنا مردم کے انظار سے بالکل صحیح واقعہ اسوجہ سے ہے کہ اصحاب کہف اور اقطاب الارض اور خضر والیاس وادریس وعیسیٰ نبیکو نیں اور دجال وشیطان ونیز جنات بھی حاضر فی الامصار اور مخفی عن الانظار اسلام میں مانی گئی ہیں جماعت طویل الاعمار اصحٰب کہف وکلبہم سابعہم کے تو وہ ہیں کہ اُنکی بقائے وجود پر قرآن ناطق ہے اور وہ سب دُنیا میں ہیں اور مخفی ہیں۔ اور کسی سیاح کی اُن کے در تک رسائی نہیں ہوتی اسیطرح اقطاب الارض ہین اور مخفی ہین۔ دیکھو عبارت کتاب حاشیہ نفحات علی اکبر مودودی کو جو علی بن سہل الازہر اصفہانی کے ترجمہ میں محشی لکھتے ہیں کہ فکل قطب فردٌ یکون علی تلک المرتبہ نیابتہٗ عنہٗ الغیبوبتہ عن اعین العوام والخواص الخ یعنی ہر قطب کا ایک نایب ہوتا ہے جو اُس رتبہ نیابت پر فائض ہو بسبب غایب ومخفی ومستور رہنے قطب کے عوام وخواص کی آنکھوں سے انتہی ولہ شواہد اُخری اور حضرت خضر والیاس کا بقا اخبار اہل سنت سے ثابت ہے دیکھو کتاب مستدرک میں حاکم نے انس صحابی سے نقل فرمایا ہے قال کنا مع النبی صلعم فی سفر فنزلنا منزلا فاذا فی الوادی رجل یقول اجعلنی من اُمتہ محمد المرحومتہ قال فاشرفت علیہ فاذا رجل طولہٗ ثلثمائتہ ذراع فقال من انت قلت انا انس بن مالک خادم النبی صلعم فقال واین ہو قلت ہو یسمع منک کلامک قال فاتہ واقرئہ منی السلام وقل لہٗ اخوک الیاس یقرئک السلام الروایتہ قال الحاکم صحیح الاسناد یعنی کہا کہ ہم نبی الورا کی ہمراہ سفر مین جب ایک منزل کی وادی میں پہونچے تو ایک شخص کو دیکھا دعا مانگ رہا تہا مین اُس کے پاس گیا تو دیکھا کہ قامت اُس کی تین سو ہاتھ کی تہی مجھ سے کہا تو کون ہے میں نے اپنا نام وخادم نبی ہونا

بیان کیا پھر پوچھا کہ وہ کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ تمہارا کلام سُن رہے ہیں فرمایا اُنکے پاس جاؤ
اور میرے سلام کو پہونچا دو اور یہ کہو کہ تمہارا بھائی الیاس تمکو سلام کہتا ہے انتہی محدث کہتے ہیں کہ یہ
حدیث صحیح السند ہے اگرچہ متاخرین نے بملاحظہ استدلال طول عمر حضرت قایم کی مطلق حیات خضر
والیاس سے انکار فرمایا ہے تاکہ آنحضرت کی لقار کو اُن کے شیعہ کسیطرح ثابت نکرسکیں مگر متقدمین نے
تو حیات خضر والیاس کو صحیح الاسناد ہی تحقیق فرمایا ہے ہم اُسی کو حجت اور اُن کے انکار کو معلل
بالغرض سمجھتے ہیں بلابیں ہمہ علمائے متاخرین میں علامہ خیالی اپنے حاشیہ شرح عقائد میں شہادت
ادا کر رہی ہیں کہ قد ذہب بعض من العلماء الی ان اربعۃ من الانبیاء فی زمرۃ الاحیاء الخضر والیاس
فی الارض وعیسیٰ وادریس فی السماء صفحہ ۱۲۰ - اور ملا علی القاری کتاب موضوعات میں یہ تین حدیثیں
ان الرسول اللہ صلعم کان فی المسجد فسمع کلاما من ورائہ فذہبوا ینظرون فاذا ہو خضر اور حدیث یلتقی
الخضر والیاس کل عام اور یجتمع بعرفۃ جبرئیل ومیکائیل والخضر لکھکر فرماتے ہیں اما الحدیث الثانی
فقد سبق انہ اخرجہ العقیلی والدار قطنی فی الافراد وابن عساکر عن ابن عباس مرفوعا واما الحدیث
الثالث فکذالہ اصل ملخص ترجمہ حدیث ملاقات خضر والیاس والی ابن عباس سے عقیلی و دار قطنی
و ابن عساکر نے نقل فرمائی ہے اور حدیث جبرئیل ومیکائیل وخضر والی کہ عرفہ میں جمع ہوتے ہیں اسکی
بھی اصل ہے جسکو رد کردیا ہے رسالہ کشف الحذر میں غرضکہ تردید متاخرین غائرین حیات امام العصر کی
مانع استدلال نہیں ہے - ثبوت حیات ان بزرگواروں کا متقدمین کی اخبار صحیحہ و معظمین علماء کی تحریر سے
متحقق ہو چکا ہے اور مخفی ہونا اُنکا ظاہر ہے اسیطرح حیات جنات اور اُن کا مخفی رہنا ہے اور پوشیدہ
نرہے کہ انکار منکرین طول عمر حضرت خضر سے سود مند بنص قرآن کی بھی نہیں اس لیے کہ اسکندر
رومی کی حضرت خضر معاصر تھے جو اسکندر ۲۷۶۴ ہبوطی میں تخت نشین ہوا تھا اور حضرت موسی کے
زمانہ میں حضرت خضر کا ہونا بالقران متحقق ہے جو حضرت موسی ۲۸۷۸ ہبوطی میں حیات تھے جس سے

حضرت خضر کی عمر تا زمان حضرت موسیٰ ایک ہزار ایکسو چار برس کے بہر طور ثابت ہوئی کما فی کتب التواریخ جو یہ طول عمر دلیل واضح ہے کہ انسان اپنی عمر طبیعی سے کہیں زاید زندہ رہتا ہے اگر اسپر اور بھی زیادتی بمصلحت خداوندی ہووے تو کوتاہ بینوں کو بھی محل استعجاب نہیں ہو سکتا اب اس طول عمر خضر پر ہم کہتے ہیں کہ متاخرین اُن کی وفات کو ثابت کریں جو اسقدر سن تک حیات رہا کیا اُسکی حیات آیندہ قرن میں کس دلیل عقلی سے ممنوع ہو گئی اور وہ کب مرے کس نے دفن کیا اور کہاں کیا۔ اور کس تاریخ میں اُن کی وفات کو کسی کتاب میں لکھا ہے اور امام عصر کا سن شریف تو اسس ۱۳۳۳ھ میں برابر عمر حضرت خضر بزمان حضرت موسیٰ کے بھی نہیں پہونچا پھر یہ شور و غوغا کیسا کیا یہ نہیں جانتے آواز کسان کم نکند فضل خدارا و فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور دجال کا پیدا ہونا زمانہ رسالت میں کتب صحاح سے ثابت ہے جسکا خروج بعد ظہور امام العصر کے قطعی و یقینی ہے۔ اور یہ محتاج شواہد بھی نہیں حالانکہ وہ بھی مخفی رہتا ہے پس عجب ہے کہ خباثت کی طول عمر پر استعجاب نہ فرمایا جائے نہ ارذل العمر والی آیت پیش کیجائے اور جو امام نسل طاہر حضرت پیغمبر سے ہے اُسپر یہ ایراد وہ ایراد یہ طعن اور وہ جرح و قدح کیجائے کہ معاذ اللہ من ذالک

قولہ نمبر۳۱ خود شیعہ کے کئی فرقہ جو بعض تو اماموں اور بعض امام زادوں کیطرف ہیں وہ بھی اپنے اماموں کو غائب اور حیٔ و قایم مانتے اور صدہا برس اس عقیدہ پر قایم رہے ہیں مثلاً کیسانیہ مغیرہ ناوو سیہ اسمعیلیہ مبارکیہ واقفیہ محمدیہ عسکریہ ملاحظہ ہو کتاب نجم الثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی مطبوعہ طہران صفحہ ۱۸ و ۲۰ اگر اسیطرح اثنا عشری بھی کسی شخص کو امام حیٔ و قایم و غائب مانیں تو کیا عجب الخ

اقول ملاحدہ و زنادقہ و دہریہ بھی اسیطرح استدلال اہل اسلام سے پیش کرتے ہیں کہ ہنادو رامچندر جی کو خدا کا نور مانتے ہیں۔ اور گبر آتش کو معبود اور یہود حضرت عزیر کو اور نصاری عیسی

مسیح کو اور فرقۂ صابئیہ نجوم کو آلہ معبود جانتے ہوئے اُن کی پرستش کرتے ہیں سو اب یہ ڈر ہو کہ کہیں اہل اسلام اُنہیں کی مثل ایک معبود غائب فرض کئے ہوئے اُس کی پرستش کرتے ہیں جسطرح اُن ادیان کے حقانیت ثابت نہیں اسیطرح سو اہل اسلام کے خدا کی وحدانیت بھی معجب نہیں ہے یہ بھی مثل اہل مذاہب باطلہ کے ہیں۔ معاذ اللہ منہ یہ تو مسلمانوں پر اور جملہ انبیاء پر بڑا احسان کیا پھر اسی نمبر ۳ کی طویل عبارت میں لکھتے ہیں۔ پھر اگر یہ فرقہ اثنا عشریوں سے دریافت کریں کہ ہمارے امام غایب کی وفات ثابت کرو تو ہم تمہارے امام کو مان لیں گے پس جو جواب اثنا عشری اُن کو دیں گے وہی ہماری جانب سے بھی سمجھنا چاہیئے۔

اقول یہاں پر قیاس مع الفارق ہے فرقۂ شیعہ اثنا عشریہ کی امام دوازدہم صاحب العصر کے وجود و غیبوبت پر توجہا ندہ علماء اسلام نے اتفاق کرلیا ہے اور دیگر فرق شیعہ کے آیمۂ غائبہ کی امامت نہ کسی حدیث مصطفوی و نہ حدیث مرتضوی میں بعنوان پیشین گوئی کی وارد ہوئی ہے نہ کسی صحابی و تابعی نے اُس کی خبر دی ہے نہ کتب حدیث میں بطریق ضعاف نقل ہوئی ہے وہ فرقے ایسا سوال بلا ثابت کئے اُن کی امامت کے ہم سے نہیں کرسکتے اور صاحب رسالہ چونکہ اُسی زمرہ اہل سنت میں اپنے کو شمار کرتے ہیں جن کے اصحاب عرفان و ارباب اخبار رسول منان سلے وجود امام زمان کو اپنی کتابوں میں صراحتہً تسلیم فرمالیا ہے اور وہ مجیب پر حجت ہو لہذا مجیب کے ذمہ وفات کا ثابت کرنا بعد اُن کے اعتراف بولادت ۲۵۵ھ کی لازم و واجب رہا ادہر اُدہر کے فرقوں کے سوال کرنے سے دامنگزاری نہیں کرسکتے۔

قولہ نمبر ۴۔ اثنا عشری شیعہ کے متاخرین فرقوں میں سے ہیں۔ انپر لازم تہا کہ وہ اپنے سے ماسبق فرقوں پر عموماً اور شیعہ عسکریہ پر خصوصاً امام غائب کا وجود ثابت کرکے اتمام حجت کردیتے

اقول مجیب کو خبر نہیں کہ اثنا عشری کا وجود حضرت ختمی مرتبت کے عہد رسالت سے متحقق ہے

اُن کے لیے یہ ضرور نہیں کہ جب امام دوازدہم پیدا ہو کر صاحب امامت ہوں اُن کے معتقدوں کو اثنا عشری کہا جائے بلکہ جب آنحضرت صلعم نے جن صحابہ سے آئمہ اثنا عشر کی خبر دی کہ اولہم علیؑ و آخرہم قائمہم کما فی مودۃ القربیٰ للہمدانی اونمیں سے جس جس نے اعتقاد اُسپر کر لیا وہ ضرور اثنا عشری ہے اُن میں جابر انصاری ہیں کہ اُنہوں نے معنی آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کو دریافت کیئے کہ اولی الامر کون ہیں رسولخدا صلعم نے فرمایا خلفائی من بعدی اولہم علی بن ابی طالب الی قولہ ثم الحسن بن علی ثم حجۃ اللہ فی ارضہ و بقیتہ فی عبادہ محمد بن الحسن بن علی ذالک الذی یفتح اللہ عز و جل علی یدیہ مشارق الارض و مغاربہا الحدیث روضۃ الاحباب للمحدث جمال الدین صاحب اجازہ صاحب التحفہ اثنا عشری فرقہ نے اکثر فرق شیعہ کاذبہ پر کافی طور پر اتمام حجت کر دی تھی کہ وہ اپنے طریقہ سے دست بردار ہو گئے اب کچھ اُن کے مذہب کا نشان نہیں رہا یہ اعتراض مضحکہ خیز اور وہ تعرض ستم آمیز اصل مطلب سے دور اور بالکل فضول ہے مجیب کو لازم ہے کہ موافق سوال کے وفات کو ثابت کرے مگر یہ کہ ہر جگہ نئی کہانی اور نئے بہانہ کی تقریر پیش کرتے ہیں کہ نفس جواب سے گلوخلاصی ہو اب ہمیں موقع ہے کہ کہیں الآن علقت مخالبنا بہ یرجو بہ النجاۃ ولات حین مناص۔

قولہ نمبر ۵۔ آل ابوطالب کی ایک جماعت امام کی ولادت کی منکر ہے صافی شرح کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۲۸۸ باب مولد صاحب الزمان۔

قولہ نمبر ۶ امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بھی منکر ولادت ہے دیکھو رسالہ رجعت صفحہ ۲۹

اقول ان دونوں نمبروں کا جواب مع نمبر ۳ کے بس اسیقدر کافی ہے کہ رسولخدا صلعم نے اپنی اُمت کے فرقوں میں سے بس رالیانہ سفینہ اہل بیت کو ہی ناجی فرمایا ہے لہذا دیگر فرق عقائد باطلہ سے استدلال کرنا کب لائق ہے اگر وہ منکر ہوتے تو تہتر فرقے کہاں سے پورے ہو سکتے ناجی فرقہ تو وہی ہو سکتا ہے جو اپنی عقیدت میں منفرد اور بہتر سے جدا ہو ورنہ تمام فرق شیعہ و سنی منکر وجود امام العصر

کے ہیں ایک اثنا عشری ہیں جو معتقد ہیں کہ امام زماں موجود اور غایب ہیں۔

قولہ نمبر، منکرین ولادت کی تائید میں کئی اور قرائن بھی ہیں مثلاً کتب معتبرہ شیعہ میں لکھا ہے کہ امام غائب کی والدہ ماجدہ قیصر روم کی فرزند یشوعا نام کی صاحبزادی تھیں اور انکا سلسلہ شمعون وصی عیسیٰ تک منتہی ہوتا ہے الی قولہ اس کے حالات سے سوائے راویان شیعہ کے کوئی واقف نہوا الی قولہ پس جب تک محققین شیعہ اس زمانہ کے ہمعصر قیاصرہ روم سے یشوعا کے باپ قیصر کا پتہ نہ بتائیں بار ثبوت ولادت امام غائب کا اُن کے ذمہ ہے انتہی ملخصاً۔

اقول اجی حضرت مجیب یہ کیا کہنے لگے آپنے اخبار کو دیکھکر کہئے جو کہتا ہے کسی صحابی نے از جملہ لک الکھ صحابہ کے سوا ابو بکر صدیق کی حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کو نقل نہیں کیا اور سوائے سعید بن زید صحابی عدوی النسب کی کسی صحابی نے حدیث عشرہ مبشرہ کو روایت رسولخدا صلعم سے نہیں فرمایا آیا آپ اس قسم احاد کی اخبار کو مانتے ہیں یا نہیں۔ بحالت اولی یہاں تو ذکر نسب والدہ ماجدہ امام العصر بقول آپ کے جماعت راویان شیعہ کی ہے جو علم الحدیث میں اُن کی یہ روایت بدرجہ شہرت کے پہونچ گئی۔ اسپر کب ایراد ہو سکتا ہے۔ اور اگر نہیں مانتے تو آپکو اپنے صحابہ کو واضع الحدیث جاننا واجب ہو گیا۔ اور یہ کہنا اس کے حالات سوائے راویان شیعہ کے کوئی واقف نہوا بالکل صحیح نہیں کہ اگر اصحاب سیر اہلسنت نے مصرح حالات لکھنے میں کوتاہی قلم کی فرمائی تاہم اسقدر حال تو ضرور ہی لکھا ہے و مادر آنعالی گہرام ولد بودہ و مسماۃ بصیقل یا سوسن وقیل نرجس وقیل حکیمہ روضۃ الاحباب وامامہ فأم ولد یقال لہا نرجس خیر امۃ وقیل اسمہا غیر ذلک فصول مہمہ اما نسبہ ابا فابوہ محمد الحسن الخالص الی قولہ وامہ ام ولد تسمی بصیقل وقیل حکیمہ وقیل غیر ذلک وہکذا فی فصل الخطاب لخواجہ محمد پارسا اسی قدر شہادت سے بار ثبوت ولادت کا تو مرتفع ہوا باقی اب وجد معظمہ کا پتہ مخالفین مذہب کی کتابوں سے تلاش کرنا کانس میں نیر تا ہے اور پھر حاصل اُسیقدر رہی کہ ولادت

ثابت ہو جو بلا اُس کے مرویات اجمالی سے بھی ثابت و متحقق ہو گئی - بہر نوع مجیب پروفان کا ثابت کرنا رہا جو ثابت نہیں کر سکتے - بہت اچھا اگر یہی بیہ آپ کو مطلوب ہے تو آپ طیب ولادت بعض آئمہ آپ صحابہ کو سوائے مورخین اہل سنت کی ثابت کیجئے ہم اُسوقت قیاصرہ روم کے نسب کو ثابت کریں گے جو حضرت یوشع تک منتہی ہوتا ہے والافلا جدوی فیہ

قولہ نمبر ۸ امیر رکن الدین اور ایک جماعت شیعہ کے نسبت مجالس المومنین میں ہے کہ وہ وجود امام سے انکاری تھے

اقول اِس کا بھی وہی جواب ہے جو نمبر ۵ و ۶ میں دیا گیا کیونکہ اثنا عشری فرقہ دیگر فرق شیعہ سے بالکل علیحدہ ہے دیکھو کتاب الملل والنحل شہرستانی کو پس یہ سمجھنا غلط ہے کہ شیعہ امامیہ و اثنا عشریہ ایک ہی فرقہ ہے - اس لئے کہ اسمعیلیہ بھی تو امامیہ ہیں جو دوازدہ امام سے اپنے امام علیحدہ بتلاتے ہیں حالانکہ وہ داخل اثنا عشریہ میں نہیں ہیں اثنا عشریہ فرقہ وہی ہے جو اولہم علیؑ و آخرہم قائمہم کا معتقد ہے اور یہ اعتقاد دیگر فرق شیعہ کا نہیں ہے پھر کہاں ایک ہو سکتے ہیں -

قولہ نمبر ۹ ولادت کے بعد جو حالات بیان کئے جاتے ہیں جس سے بقائے امام کے ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے وہ بھی قابل اطمینان نہیں -

اقول قرآن مجید بنص قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور کے موعظ و شفائی صدور صدور ناس ہے مگر منکرین اسلام کو وہ قابل اطمینان نہوا تو اس کا کیا علاج ہے اسیطرح ما نحن فیہ کا حال ہے اطمینان تو اُسوقت نہوتا جبکہ حالات ولادت کے ناممکنات سے مروی ہوتی حالانکہ خرق عادت کا پیش آنا زیادہ اطمینان کے قابل ہے کہ وہ مثبت کرامات الٰہیہ و موجب برکات نامتناہیہ ہے مگر مؤلف نے اس نمبر میں طویل عبارت میں چچا جعفر کی دشمنی اور پھر اُن کی نیابت اور سائلین سے تحریری عرائض اور توقیعات کا ذکر کرتے ہوئے کسی مورخ کی شہادت ندینی اور پھر بی بی نرجس خاتونؑ

حال کسی مورخ کے نہ لکھنے کو کہتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے پس غیبت صغری کی تصدیق جبتک نہیں ہوسکتی کہ کوئی اصل توقیع شریف دستخطی امام غایب کو نہ دکھلایا جاوے وہو محال

اقول بھلا یہ واقعات کہاں تک بقائے امام کی ثابت کرنے میں قابل اطمینان نہیں ہوسکتی فالصفویا اولی النہی مگر اصل توقیع کی دکھلانے پر غیبت صغرےٰ کی تصدیق کو جو کہا جائے یہ تو وہ ہی مثل ہے کہ منحرفین اسلام قرآن کے متعلق یہ تصدیق چاہیں کہ جبرئیل امین کی زبان سے سنوا دیا جائے ورنہ قرآن کو کلام الٰہی ہونا تصدیق نہیں کیا جاسکتا - اسیطرح یہ کہیں کہ رسول خدا صلعم کے وہ اصل مکتوبات جو ملوک اطراف کو بھیجی گئی تھی اُن کے مسودات دکھلا دئے جاویں اُسوقت قابل تصدیق ہون گے کہ رسولخدا نے ہی بھوائی تھی فما ہو جوابکم لہم فہو جوابنا لکم اس کو جانے دیجئے آپ وہ قرآن دکھلا دیجئے جو زید بن ثابت نے عہد خلافت صدیقی میں جمع کیا تھا کہ اس قرآن مروّج سے مقابلہ ہوجائے کہ جامع قرآن کو کیا کیا ردو بدل کی ضرورتیں پیش آئیں جو از سرنو جمع کرایا اُسوقت احراق وتحریق کا دھبہ مٹ سکتا ہے والّا فلا اب جواب تحقیقی ملاحظہ ہو کہ وہ توقیعات جن کے نام ناحیہ مقدسہ سے جاری ہوئیں اُن کے ورثار خاصۃً اس طلب کے مخاطب ہوسکتے ہیں اگر اُن کی نسلیں دُنیا میں باقی ہوں - اور باقی افراد اثنا عشری مخاطب کب ہوسکتے ہیں - اُس قرآن مرتبہ مرتبہ اولےٰ - و توقیعات میں اسقدر فرق ہے کہ توقیعات کی نقلیں کتب میں موجود ہیں اور مصحف سابق مذکور اصلاً و نقلاً نایاب کر دیا ہے وہو محال اچھا اس محال کو بھی جانے دیجئے منشورات فاروق اعظم کے دستخطی دکھلا دیجئے جو مغری الیہ بالقابہ نے دیار و امصار کو عمال کے نام بھیجی تھی تاکہ ہم اُس کی جانچ کریں اور اُن کی اُس تحرّ کو مٹا دیں جو فرمایا کرتے تھے املک انا ام خلیفہ کمافی تاریخ الخلفار اگر اُن میں احکام نظم و نسق ممالک کے ہی پائے جائیں گے جیساکہ منشورات کی نقول سے پایا جاتا ہے تب تو اُن کے مالکِ اسلام ہونے کی پوری تصدیق

کی جائے گی۔ اور اگر اُن میں نُصح و مواعظ و تعلیم معارف و تلقین اوراد و وظائف کو دیکھا جائے گا تو اُسوقت اُنپر خلیفۃ المسلمین کا اطلاق کیا جاویگا مگر یہ کہ ناحق کی حجتیں علانیہ ثابت کرنے والی ہیں کہ یہ سب مجیب کے حیلے حوالے ہیں دراصل وفات حضرت قایم کی ثابت کرنے میں عاجز ہیں۔

قولہ نمبر ۱۰ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ بھی بقاء عمر امام غایب کے منکر ہیں

اقول حضرت مجیب جہانتک چاہیں منکرین کے نام شمار کیے جائیں ہمارا جواب نمبر ۵ و ۶ میں گذرا وہی جواب یہاں وہاں سب کے لیے ہے کیونکہ معتزلے بھی تو خلفا ثلاثہ کے ماننے والے ہیں اُن کا اعتقاد ہمپر کیا حجّت ہے خواجہ کمال الدین اور مولوی محمّد علی اور اُن کی جماعت جو حضرت مرزا صاحب کی صحابیت سے مشرّف ہو چکے ہیں نبوت سے حضرت مرزا صاحب کی منکر ہیں کیا اُن کا انکار آپ تسلیم کرتے ہیں اور مرزا صاحب کی نبوت حقیقی و ظلی سے دست بردار ہوتے ہیں

قولہ نمبر ۱۱ غیبت کبرا کا ابتدا ۳۳۰ھ سے ہوا آج جو ۱۳۳۳ھ ہے امام غایب کو غایب ہوئے ہزار برس ہو چکے اس ہزار برس کے واقعات میں سیکڑوں نہیں تو بیسیوں ایسی ضرور ہیں جن سے بقاء امام ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ سابقہ شکوک کی تقویت ہوتی ہے۔

اقول اگر سیکڑوں واقعات میں بیسوں واقعات سے بقاے امام ثابت ہوئی ہو باقی سیکڑے جو واقعات کے رہے جن کو مجیب صاحب اپنے دعوے عدم ثبوت سے منفی فرمارہے ہیں وہ بقاے ثبوت میں کافی ہیں۔

قولہ منجملہ ایسے واقعات کے ناحیہ مقدسہ کا نامعلوم ہونا ہے انتہی ملخصاً

اقول اصحاب رضوان کا شجرۃ البیعۃ بھی نامعلوم ہے کہ آیا وہ حوالی مدینہ میں ہے یا حوالی مکہ میں ناحیہ مقدسہ کو تو صاحب صافی شرح کافی نے مقام روحا کا پتہ دیا ہی ہے مگر شجرۃ البیعۃ کا مقام اور اُس کا نام کہیں نہیں ملتا ہر سال حاجی جاتے آتے ہیں لاکن ناپدید شے کو کسطرح پائیں۔

کیا اس نامعلوم ہونے سے شجرۃ البیعۃ کا مقام نیست و نابود کہا جائے گا۔ اگر شجرہ کا ذکر قرآن میں ہے تو ناحیہ مقدسہ کا بیان متواتر اخبار میں مذکور ہے۔

قبور انبیاء سابقہ بھی بقول ملا علی القاری کے ناپدید و نامعلوم ہیں کما فی موضوعاتہ علی صفحہ ۹۸ کیا اُن کے نامعلوم ہونے سے قبر و مقبور سے انکار جائز ہوگا لا واللہ کذلک

ناحیہ مقدسہ وہ مقام ہے کہ جہاں پر امام الزمان علی الوقت اقامت فرماتے ہیں آپ کی غیبوبت مقتضی ہے کہ وہ مقام بھی علی الوقت معلوم نہ ہو ورنہ غیبوبت نہ رہے گی اس نامعلوم ہونے سے وجود ناحیہ کا کسطرح مٹ سکتا ہے

پھر اسی نمبر میں مجیب فرماتے ہیں کہ امام غائب ہر سال حج کرنے بھی آتے ہیں لوگ دیکھتے ہیں اور شناخت نہیں کرتے صفحہ ۴۰ صافی باب ۹، فی الغیبۃ وہ اکیلے ہی نہیں ہوتے۔ تیس آدمی مخلص جان نثار ہمراہ ہوتے ہیں بطور باڈی گاڈ و بقول اردبیلی اُن کیساتھ نوکر چاکر گھوڑے اونٹ بھی ہوتے ہیں مگر کسقدر تعجب ہے کہ کوئی شخص ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جو یہ کہے کہ میں نے امام کو دیکھا ہے انتہی ملخصاً

اقول صاحب رسالہ نے یہ سب کچھ لکھا نتیجہ کچھ اور مکنون خاطر کچھ اور ظاہر کیا کہ امام غائب کے ہمراہی اور اونٹ گھوڑے کہ جن کو غیبت کبریٰ نہیں ہے وہ کیوں نہیں دکھلائی دیتے اور نہ شناخت میں آتے ہیں اسے تو گھبرا کر چھوڑا اور خطرہ جانشین خاطر یہ ہوا کہ تیس آدمی مخلص جان نثار بطور باڈی گاڈ نے کیسے یاد دلائی کہ حضرت پیغمبر کا باڈی گاڈ مخلص ہرگز نہیں تھا مبادا ناظرین رسالہ کو اُن کی غیر اخلاصی اس زبان درازی کی وجہ سے یاد آجائے گی کہ آیہ لاغوینہم اجمعین الا عبادک المخلصین مثبت ہے کہ شیطان عباد اللہ المخلصین کو نہیں بہکایگا مگر حضرت پیغمبر کے باڈی گاڈ کی رسالہ کو ایسا بہکایا کہ قرآن نے بھی بقولہ تعالیٰ واستحوذ علیہم الشیطان میں اُن کے مخلص نہ ہونے کی شہادت دیدی ہے۔ لہذا آپ نے اس بیان کو نے نتیجہ ایراد سے چھوڑا اور کہا تو یہ رکیک ایراد کیا کہ کوئی شخص ایسا نہیں پیش کیا جا

جو دیکھنے والا امام کا ہو

ہمارا جواب اس تعجب پر اسقدر رہے کہ غیبت صغری میں جو وکلاء ناحیہ تھے اُن کی شہادت کب کسی نے قبول کی جو غیبت کبری میں دیکھنے والے کی شہادت مان لی جاوے گی زمانہ غیبت کبری تو اسی معنی ہے کہ عام وخاص شناخت نکریں اگرچہ دیکھیں ایسے زمانہ میں ایسی درخواست تعلیق محال بالمحال ہے کیا ایسی تعلیقات مستحیلہ سے وفات کو ثابت کرسکتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

صاحب رسالہ اسی نمبر کی ضمن ۲ میں لکھتے ہیں جزیرۂ خضراء میان دریائے اندلس کی ہے اور وہ مقام آنحضرت کا ہے دو بار وکیل ناحیہ راہ بحر ابیض سے جاتے ہیں انتہی مخلصاً مجالس المومنین صفحہ ۱۹۳ نجم الثاقب صفحہ ۲۰۰/۲۱۷ رسالہ جزیرۂ خضرا و بحر ابیض مطبوعہ لکھنؤ

اقول یہ روایت مثل اُن احادیث اہل سنت کے نہیں ہے جو تفسیر درمنثور میں حضرات صحابہ سے کوہ قاف کے بارے میں منقول ہے جبل من زمرد محیط بالدنیا علیہ او رمروی ہی خلق اللہ جبلا یُقال لہ ق محیط بالعالم وعروقہ الی الصخرۃ التی علیہا الارض الخ اور ماثور ہے ق جبل محیط بالارض ترجمہ زمرّد کا پہاڑ دنیا کے گرداگرد ہے اور اللہ نے ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کو قاف کہتے ہیں وہ عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور رگیں اُس کی ایک بڑے پتھر کیطرف گئی ہیں جو زمین پر وہ صخرہ ہے پہاڑ یعنی کوہ قاف زمین کو احاطہ کیئے ہے انتہی اور حال یہ ہے کہ زمین کے گرداگرد روزانہ جہاز گھومتے رہتے ہیں مگر ابتک اُس کوہ زمرّد محیط زمین کا نشان نہیں ملا

قرآن میں تو ذوالقرنین کا ذکر اور اُس کی عین حمئۃ میں آفتاب کو غروب ہوتے دیکھنا اور بین السدین میں پہونچنے کا حال اور یاجوج وماجوج کا مفسد فی الارض ہونا اور اصحٰب کہف کا قصہ اور اسی مثل قصص خضر وموسیٰ اور حضرت موسیٰ کا مجمع البحرین پر پہونچنا مذکور ہے مگر مفسرین نے جو اپنی تفاسیر میں گل افشانی فرمائی ہے وہ جزیرۂ خضرا کی روایت سے کہیں فایق ہے اور تفسیر جلالین میں تو بہت زور کی

قولہ والارض کیف سطحت کے معنی بھی صاف فرمایا ہے کہ قولہ سطحت ظاہر فی ان الارض سطحٌ وعلیہ علماء الشرع لاکرۃٌ کما قالہ اہل الہیئۃ یعنی زمین مسطح ہے اور اُسی پر مذہب علماء شریعت کا ہے زمین کروی نہیں ہے جیسا کہ اہل ہیئت کہتے ہیں۔

ایسی روایتیں و حکایتیں آپ کے یہاں نوادر علماء سے کہی جاتی ہیں جس کی نسبت حامل الصناعۃ نقد الرجال علامہ ذہبی نے اوزاعی شیخ اسلام ہم کے ترجمہ میں اُن کا قول یہ لکھا ہے من اخذ بنوادر العلماء خرج من الاسلام تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۶۲ جلد اول

اور ایسی مرویات ضعیفہ کے نقل کرنے کو جائز بھی آپ کے یہاں رکھا گیا ہے جیسا کہ رسالہ موضوعاتؔ صفحہ ۱۰ علی القاری میں لکھا ہے۔

لایحل روایۃ الموضوع بخلاف الضعیف فانہ یجوز روایتہ فی غیر الاحکام والعقائد یعنی موضوعی حدیث کا روایت کرنا حلال نہیں بخلاف روایۃ ضعیفا کی اُس کا نقل کرنا جائز ہے جو احکام شرعیہ وعقائد میں نہو۔ حافظ سیوطی فرماتے ہیں طریقۃ الامام احمد فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام یعنی امام احمد کا طریقہ نقل اخبار ضعیفہ و متروکہ میں سامحت کا تہا جو فضائل رجال میں ہوتی نہیں سوائے اُن احادیث کے جو احکام شرعیہ میں ہوں اور نسیم الریاض شرح شفاؔ قاضی عیاض میں متعلق حدیث نجوم کے ایسا ہی افادہ فرمایا ہے حیرت ہے کہ اپنے گھرانہ کی خبر نہیں۔ غیروں کی آبادی کو اُجڑ و خراب و نابود ہونا چاہئے ہو وسیاتی توجیہ اصل الروایۃ المعترضۃ علیہا ثبوتاً محققاً۔

قولہ ولایت بربر اندلس بحر ابیض متعارف نام ہیں لیکن جزیرۂ خضرا و جزیرہ رفضہ کا خدا جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں ذکر ہے جہاں ہزار برس سے امام معہ اولاد واصحاب آباد ہیں اور جہاں ہر سال دو دفعہ غلہ وغیرہ کے جہاز معرفت وکیل ناحیہ مقدسہ کی بھیجی جاتی ہیں مگر نئی پرانی

دنیا کا کوئی سیاح جہاز ران ان حالات سے واقف نہیں

اقول صاحب رسالہ نے اپنی چار دیواری میں بہ لا علمی ذاتی حافظہ سے لکھی ہو باہر نہیں
نکلی سیاحوں سے نہیں ملے جہاز رانوں کو نہیں دیکھا ناحق اُنپر ناواقفیت کا دہبہ گھر بیٹھے لگا دیا
دیکھو ہم جزیرۂ خضرا کو یہیں بیٹھے بیٹھے دکھلائے دیتے ہیں اُس کے دیکھنے کو انصاف کی آنکھیں
ہونی چاہئیں جغرافیہ جزیرۂ خضرا یہ جزیرہ قطب شمالی کے قریب نصفی کرۂ شرقی کے کنارہ پر
نمایاں ہوتا ہے باقی رقبہ اُس کا نصفی کرہ غربی میں واقع ہے اس کے شرق میں بعد عبور بحر کے
جزیرہ کوچاب الیس لینڈ ہے یعنی برف کی زمین اور غرب میں اس کے بعد عبور بحر کی امریکہ شمالی ہی
اور جنوب میں دریائے راہ جہازات کا ہے جو انگلستان و امریکہ میں لوگ آتے جاتے ہیں اور جہازات
سے جو کنارہ اس جزیرۂ خضرا کا دکھلائی دیتا ہے۔ اُس کو راس فیرویل کہتے ہیں یعنی راس
الوداع بدیں معنی کہ بوجہ کثرت برف باری کی اس مقام کو وداع کرتے ہیں اور شمال میں اُس کی
بحر ہے مگر حد شمالی بوجہ شدت برف باری کی معلوم نہیں ہوئی رقبہ اس کا افریقہ کے رقبہ سے زاید ہی
اور انگریزی میں اُس کا نام گرین لینڈ ایٹلس میں لکھا ہے گرین یعنی سبز اور لینڈ یعنی زمین جو عربی
ترجمہ اس کا ارض خضرا ہے اور جزیرہ اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ چار طرف اُس کے بحر ہے اور ظاہرا
وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اُس کے پہاڑوں وغیرہ اور زمین پر سبزہ کی اسقدر کثرت ہے کہ سوائے
سبزہ کے کچھ نظر نہیں آتا اور اس جزیرہ کی آبادی کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کسقدر اسمیں مسکون
اور کسقدر صحرا اور کسقدر دریا اور کتنے اس میں پہاڑ ہیں اسی سبب سے کہ اہل جہاز راستہ ہیں سے
اس کی راس جنوبی کو کثرت برف سے الوداع کرتی رہتی ہیں چہ جائیکہ بحالت طمانیت اُس کی
رقبہ میں داخل ہو کر حالات جغرافی تحقیق کریں لہذا جغرافیہ اس کے حالات سے ابتک ساکت ہی
مگر ایٹلس اس جزیرہ کی ہیئت کو کم و بیش دکھلاتا ہے جو گرین لینڈ کی نام سے منقش ہے البتہ

سنہ ۹۸۶ء کے واقعہ سے اسقدر پتہ کتاب انگریزی ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ (مورخین کی تاریخ دنیا) جلد ۱۶ کے صفحہ ۱۰۹ سے ملتا ہے کہ اس سنہ ۹۸۶ء میں مسمی ایرک دی ریڈ نے الیس لینڈ کے ملک سے خارج ہوکر گرین لینڈ معلوم کیا اور وہیں بود و باش اختیار کر لی بعد اُسکے اور لوگ آباد ہوئے اور قابل لحاظ بیرونی تجارت قایم ہو گئی۔ گورنمنٹ خود سر جمہوری تھی حتی کہ سنہ ۱۲۶۱ء میں ہیکن ناروی بادشاہ نے گرین لینڈ کے باشندوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب دی غیر ملک کی حکومت بادشیون کے حملوں نے ملکر اُن لوگوں کی سب کارروائیوں کو خراب کر دیا اور سنہ ۵۸۵ء میں صرف الیس کی ماس لوگ باشندے رہ گئے سنہ ۱۷۲۱ء میں چیچک نے جزیرہ کو قریب بالکل غیر آباد کر دیا سنہ ۱۷۴۴ء میں ڈنمارک (ملک) نے گرین لینڈ کی تجارت حاصل کر لی جو اب تک ایک ہی ملک سے ہوتی تھی سنہ ۱۶۹۴ء میں رنگماگ سالک میں ایک نیا مقام تجارت اور مذہبی تعلیم کا قایم ہوا لیکن تجارت کے ترقی کرنے کے چند سالہائے گذشتہ سے کم ہو گئی اور اپنے آدمیوں کا وہاں رکھنا ڈنمارک کے لیے صرف اسراف کا ذریعہ ہو گیا آبادی بھی بیرونی لوگوں کی کم ہوتی جاتی ہے نئی معلومات حاصل کرنے کی کوششیں اس حصہ زمین میں تیز اور مستقل طور پر کیے جاتے ہیں۔ اور اب بہت تھوڑا حصہ کنارہ (شمالی) کا نقشہ میں آنے سے باقی رہ گیا ہے انتہی اس تاریخی واقعہ نویسی سے جزیرہ خضرا کا وجود اور اُس میں مال تجارت کا پہونچا رہنا درجہ تحقیق کو پہونچ گیا۔ مگر یہ شبہ کہ وہاں کے باشندے ہیں عیسائی مذہب کے ہوں گے اسوجہ سے صحیح نہیں کہ مورخ عیسائی نے اپنے لہجہ میں اپنی تہذیب و شائستگی کو لیے ہوئے قدیمی باشندوں کو وحشی بتلایا ہے حقیقۃً ہر قوم اپنے مذہب اپنے طرز معاشرت کے خلاف پر حرف زن ہوا ہی کرتی ہر نوع وہ قدیمی باشندے جن کو وحشی اور اُن کے حملے دکھلائے ہیں یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کا روایتوں میں پتہ دیا گیا ہے اور واضح ہو کہ جزیرہ خضرا کا جبکہ رقبہ افریقہ سے زیادہ ہے اور

افریقہ وہ آباد قدیم ملک ہے کہ جہاں پر ریگستان میں سے نئی نئی شہر ابتک بر آمد ہو رہے ہیں جنکی
اطلاع قبل سے نہیں ہوئی تو اس تمام جزیرہ کے حالات کل اور اُس کی سکان کے طریقہ معاشرت
اخلاقی اور مذہبی اطوار اور آبادیاں ایسی گاہ گاہ ورود میں کب کما ینبغی دریافت ہو سکتی اسی کے
کسی حصہ میں جسکو جزیرۂ رفضہ کہا گیا ہے اور وہ حصہ اس میں بصورت جزیرہ کے ہوگا سکونت فرقۂ
شیعہ سے معمور ہونا خلاف قیاس نہ ہا اور جہازی تجارت بندرگاہوں تک منتہی ہوا کرتی ہے جہازران
ممالک متوسطہ کے حالات سے واقف نہیں ہو سکتے پھر کیا تعجب ہے کہ سنین مذکورہ کے جانیوالونکو
بلاد متوسطہ کا علم بھی نہوا ہوا اور آنحضرت کی اولاد و اصحاب انہیں امصار میں آباد ہوں یا اُس
حصہ میں ہوں جو شمالی کنارہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا اور وہ نقشہ میں آنے سے رہ گیا ہے اور
ہسٹری آف دی ورلڈ کا مؤلف اسکا معترف ہی ہے اب رہا حال روایۃ کا جس مین جزیرۂ خضرا کو
دریائے اندلس میں ہونا بیان ہوا ہے اس کی کئی وجہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اُسوقت میں حدود اسلام
اندلس تک قایم تھی اور اہل اسلام بھی اُسی کو منتہی جانتے تھے لہذا دریائے اندلس کا نام بعنوان
ارارۃ الطریق کے مذکور ہوا ہے کیونکہ مصر و شام سے اندلس کی راہ پر جزیرۂ اخضر میں جا سکتے ہیں
دوم یہ کہ اُسوقت میں زیادہ صراحت اور جزیرہ کا پتہ دینا بوجہ نہیں نظری معاندین کے خلاف مصلحت تھا
اور اندلس کا پتہ دینا بھی معنی ہدایت سے خالی نہیں کہ اُس میں بھی ارارۃ الطریق تو ضرور ہے اگرچہ
ایصال الی المطلوب بوجہ خوف شدہ اعدار دین کے نہین ہے سیوم یہ کہ مابین اندلس و جزیرۂ خضرا
کی کوئی خطّہ ارض حاجب نہیں ہے پس جس قدر بحر مابین ہے وہ مشترک اندلس و جزیرہ کی رہی
لہذا بحر جزیرہ کو بحر اندلس کہنے میں کچھ خلاف بھی نہیں ہے خصوص ایسی حالت میں کہ سطوت
معاندین کی ترقی پر تھی۔ چہارم یہ کہ جزیرۂ خضرا کا بیان مرویات میں از جملہ اخبار ما یاتی کے مثل واقعات
قتل نفس زکیہ و خروج سفیانی و تصرف امام العصر کے اکثر ظہیر پر ہے اور اخبار ما یاتی کبھی بغیر ابہام

شامل کیے صاف وصریح تبعین زمان معین وتشخیص مردمان مسکن کو وارد ہیں پس حال جزیرۂ خضرا کا بھی بجمع ابہام وصراحت کو مذکور ہوا ہی نجم یہ کہ باوجود خبر مایاتی ہونے جزیرۂ اخضر کی کسقدر صریح علامت اُس کی حدیث میں وارد ہوئی ہی جو اُسکا صاف پتہ اُس کے نام سے بتلا دیا کہ وہ جزیرہ سبزہ زار ہی اسمیں ابہام سے بھی کام نہیں لیا گیا مگر جو بینائی قلب نہیں رکھتے نہ وہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں وہ کب ادراک کر سکتے ہیں۔ تبصرہ بدیہہ کیا زمانہ کا بعد رسول اللہ صلعم کے انقلاب ہو گیا کہ خدا نے جس کی عترت اہلبیت کو فرمایا

تھا کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار اُسی کھیتی کو اہل زمانہ نے پائمال کر دیا سے کھیتی نبی کی مرتے ہی نذر غور ہو گئی۔ بہ لاگلوں کا رنگ ہوا اور ہو گئی وہ عداوت ابتک جاری ہی کہ بدستور سابق اہلبیت کے نیست ونابود کرنے میں کوشش چلی جاتی ہی۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

قصیدہ بطور قطعہ

آل کے حق میں پیمبر کے سنو کچھ اقوال
ہے حدیث نبوی جس سے ہے انکار محال

اپنے اصحاب سے فرمایا نبی نے اک روز
اس مرے حکم میں ہو سکے لئے نیک مآل

تم میں میں چھوڑ نیوالا ہوں یہ دو چیزیں نفیس
ایک قرآن ہی اور دوسری ہی میری آل

تم تمسک کرو ان سے نہ جدا یہ ہوں گے
جب تلک ان کا نہو مجھسے سر حوض وصال

آل و قرآن زمانہ میں رہیں گے باہم
کوئی ان میں سے کسی وقت نہو ہے یہ محال

اس حدیث نبوی کا ہے یہ مطلب ظاہر
تم تمسک کرو ہر وقت میں ورنہ ہی ضلال

قائم آل محمد کو نہ مانو تم اگر
ہے یہ تکذیب نبی جو کہ سراسر ہی ضلال

خضر و الیاس وغیرہ تو ہیں ابتک زندہ
حجۃ حق میں ہے کس واسطے پھر قیل وقال

کیا یہ امکان سے باہر ہی کہ اک اشرف ناس
زندہ تا حشر رہے خلق میں کیا ہی یہ محال

وہ نبی زادہ نہ موجود ہو لیکن دیکھو
کیسے موجود ہیں یہ ارض و سما و دشت و جبال

قولہ ضمنی (۳) شعاب ذی طوی یکون لصاحب ہذا الامر غیبۃ فی بعض ہذہ الشعاب و اومی بیدہ الی ناحیۃ ذی طوی رسالہ المحجۃ صفحہ ۷۴، غایت المرام ذو طوی موضع بمکۃ داخل الحرم مجمع البحرین ایسے مشہور و معروف مقام ہیں جیسے کہ احاطہ حرم مکہ ہے کسطرح ہزاروں لاکھوں حجاج پر ابتک امام غایب کے غایب ہی ہیں۔

اقول افسوس کہ یہانتک ہم نے صاحب رسالہ کو متدین سمجھکر اُن کی عبارات منقولہ کتب شیعہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور عبارات کو تسلیم و اختیار کیے ہوئے جوابات حوالہ قلم کیے مگر اتفاق سے اس عبارت شعاب کو جو محجہ میں دیکھا تو ظاہر ہوا کہ یہ طریقہ اسقاط الالفاظ عن الحدیث کو حضرت بخاری سے اخذ کیے ہوئے ہیں بہر طور ہمکو عبارت رسالہ محجہ لکھنی پڑی وہ ہے یکون لصاحب ہذا الامر غیبۃ فی بعض ہذہ الشعاب و اومی الی ناحیۃ ذی طوی حتی اذا کان قبل خروجہ انتہی الی مولی الذی معہ حتی یلقی بعض اصحابہ فیقول کم انتم ہہنا فیقولون نحوا من اربعین رجلاً فیقول کیف انتم اذا رائیتم صاحبکم الی آخرہ ملخص ترجمہ یہ ہے کہ صاحب الامر کی غیبت فی وقت من الاوقات بعض ان گھاٹیوں میں ہونے والی ہے اور ناحیہ ذی طوی کیطرف کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا جبکہ ہوز نمانہ قبل خروج کے تو صاحب الامر اُس غلام کی طرف جائیں گے جو آپ کے ہمراہ ہوگا یہانتک کہ بعض اپنے اصحاب سے ملاقات فرمائیں گے اور ارشاد کریں گے کہ تم کسقدر آدمی یہانپر ہو وہ کہیں گے کہ قریب چالیس کے ہیں آپ فرمائنگے تمھارا کیا حال ہوویگا جبکہ تم اپنے صاحب الامر کو دیکھ لو الی آخرہ یہ تمام روایت از اول تا آخر اپنے سیاق کلام سے دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ قرب زمان ظہور کا ہے جو اس میں بالمشافہ ملاقات کرنے آپ کے ظہور کو ظاہر کرتی ہے اور لفظ غیبۃ نکرہ ہے جو غیر معین غیر موقت کو ظاہر کرتا ہے یعنی کسی وقت میں نہ یہ معنی ہے کہ تمام زمانہ غیبت کبرا کا وہیں گذریگا اور حرف حتی اولی جملہ مستانفہ پر وارد ہے اور معناً مرادف معنی ابتدا کی ہے کما فی کتب النحو اعد

اب ہزاروں لاکھوں کروروں حجاج جائیں اور ذی طوی کو خالی پائیں تو یہ ایراد کب وارد ہوا

قولہ ۴ شہر جابلسا و جابلقا در طرف مشرق و مغرب دو شہر عظیم است کہ اہل آن شہرہا از انصار قائم علیہ السلام اند نجم ثاقب ۲۲۰ متمدن دنیا آج تک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے کوئی پوچھے بھلا امام تو غایب ہیں کسی مصلحت سے لاکن دو شہر کیوں اہل عالم سے مخفی ہیں کیا مکان کی عدم موجودگی سے مکین کی عدم موجودگی پر استدلال نہیں کر سکتے۔

اقول شہر جابلسا وغیرہ و ناحیہ مقدسہ و جزیرہ خضرا و ذی طوی کی شعاب یہ سب واقعات جزئیہ ہیں یہاں پر اصل مبحث وجود مکین میں ہے جو قرآن واجب الاذعان کی شہادت سے اُس مکین کا بقا ثابت ہو چکا ہے پس ممکن ہے کہ جابلسا و جابلقا عرب میں کہا گیا اور باشندگان وہاں کے اپنی زبان میں نام اُن کے جابلسا و جابلقا نہ کہتے ہوں اور کچھ نام لیتے ہوں اور جغرافیہ والے اپنی زبان میں علاوہ اُن کے کچھ اور لکھتے ہوں اور وہاں کے لوگ زمانہ حضور حضرت قائم میں آپ کے انصار ہوں گے نہ یہ کہ اسوقت انصار ہیں اور ممکن ہے کہ اب بھی وہاں شیعہ ہوں۔

قولہ دوم مدعیان رؤیت امام کی سیکڑوں بیان کیے گئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اُن کو تسلی بخش کسطرح قرار دیا جائے منجملہ مدعیان رؤیت ایک ابی سعید غانم ہندی ہیں اُن کی زبانی روایت ہے کہ ہم کشمیر میں رہتے تھے اور میرے ساتھ کے اور چالیس آدمی تھے جو بادشاہ کے دائیں ہاتھ کرسیوں پر بیٹھتے تھے اور وہ سب کے سب توریت انجیل زبور صحف ابراہیم کی قرأت کرتے تھے۔ الی قولہ ایک دن محمد صلعم کا ذکر آیا پس ہم سب نے اتفاق رائے کیا کہ اس نبی صلعم کی تلاش کرنی چاہیے الخ اکمال الدین صفحہ ۴۴ اُصول کافی صفحہ ۳۳۰ برائے خدا اس قصہ کی لفظ لفظ پر غور کریں اور پھر بتلائیں کہ آیا عقل سلیم اس کو امر واقعہ خیال کر سکتی ہے اول تو ابی سعید غانم کسی ہندی کا نام نہیں ہو سکتا پھر وہ کشمیر کا کونسا بادشاہ تھا جس کی درباری توریت

وانجیل پڑھا کرتے تھے۔

اقول معجزہ شق القمر جو آیات آسمانی سے عجائب کا ظہور تمام عالم میں ہوا مگر تمام اہل ادیان منکر ہیں پس سوال یہ ہے کہ اُن کو تسلّی بخش جواب کس حجت سے دیا جائے

جبکہ سیکڑوں رویت کے مدعی ہین تو اُس کو تواتر کہتے ہیں اور تواتر حجت اور تسلی بخش ہوتا ہے ورنہ تمام وقائع ماضیہ تسلّی بخش ہی نہ رہیں گے تواتر سے ہی معلوم ہوا ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے اور سیکڑوں ہی مخبر بعثت حضرت رسالت کے ہیں جسطرح مُنزّل من اللہ ہونے اور مبعوث کیجانے کا من عند اللہ تسلی بخش اطمینان ہو سکتا ہے وہی یہاں بھی طریق تواتر کا ہے جو الہامات حضرت میرزا صاحب قادیانی کے اسقدر رسالہ جات میں بھرے ہیں کہ اُنکا بار وہ رسالے نہیں اُٹھا سکتے براہ عنایت اُن الہامات کو ہی تسلی بخش ثابت کردیجے اُسیوقت دوسرے کے کلم پر توجہ فرمایئے مگر یہ اُمید کب بر آسکتی ہے وظیفہ خواری اسی کی مقتضی ہے کہ اسلام پر ناحق کے شبہات پیدا کرتے رہیں اور اپنی خبر نہ لیں۔

ابو سعید غانم ہندی کی علم صحائف آسمانی اور اُن کے اسم گرامی پر جو استعجاب باقتضائی انکار ہے سبب اُس کا نادانی اور اپنی نافہمی حضرت مجیب کو سمجھ لینی چاہیئے دیگر ادیان والی قدیم سے عالم علوم ہوتی رہی ہیں یہ نادانی تو اہل اسلام کی ہی دامنگیر ہے کہ اپنی زبان قدیم عربی کو خیرباد کیئے ہوئے ہین ایک عیسائی جاسوس نے سوات بُنیر میں اسلامی ملا حافظِ قرآن ہو کر وہاں کی سیدہی سادہی اہل سنت والجماعۃ کو نماز جماعت برسوں پڑھائی۔

میور صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر سابق نے چوبیس [24] جلدوں میں قرآن کی تفسیر تردیدی لکھدی بعض صفحات یورپ میں جن کا نام لینا اسوقت مکروہ ہے اسٹیشن ریلوے کے قلی عربی بولنے میں پاس ہو کر اسٹیشن پر باربرداری کا کام کرتے ہین۔ اُسجگہ تعلیم علم قراۃ اسوقت تک جاری ہے سوامی دیانندجی قرآن پڑھے

ہوئے تھے اور اُسپر اُن کے ریمارک تردید میں شایع ہوئے ہیں مجیب نے تمام عالم کو مسلمانوں کی ہی مثل سمجھ کر جاہل علوم سمجھ لیا اور غانم ہندی کی علم کتب اربعہ کو محال قرار دیکر اپنے خیال کو عقل سلیم سے ملادیا اسیکو نادانی کہتے ہیں کہ اپنی حد معلومات سے زیادہ جب کسی کو اعلم علوم سنا صاف انکار کر دیا ہندوستان کے حکما دنیا میں اوّل درجہ پر شمار ہوتے تھے اگر غانم ہندی نے کتب اربعہ کو حاصل کیا بہت بڑی بات نہیں تھی کہ وہ مقربین مملکت سے تھی جن کی مہارت علوم میں ایک معمولی بات ہے اُن کے اسم گرامی پر جو ایراد ہے یہ زیادہ ناواقفیت ہی کا سبب ہے کہ اسلام میں جو تغیر اسمار جاہلیت کے ہوتے رہے اُس سے بھی مطلع نہیں حضرت رسالت نے اکثر صحابہ کے نام تبدیل فرمائے ہیں ازانجملہ آنحضرت ختمی رسالت نے نام عاصی صحابی کا مطیع رکھا کتاب تیسیر الوصول شرح جامع الاصول صفحہ ۱۶۹ ج ۲ اور نام حزن ابن المسیب کا سھل تجویز فرمایا مگر حزن نے قبول نہ کیا فی الصحیح للبخاری من افرادہ لاکن ابوسعید غانم نے اپنے تغیر نام کو اختیار کر لیا۔ لہذا مجیب کو پیروی حزن میں یہ ہی خیال رہا کہ نام کی تبدیلی نہیں ہوئی پھر کسطرح اُن کی کُنیّت اُن کا نام عربی زبان میں لکھا گیا مگر اُس کو بھی بھول گئے کہ صہیب صحابی بھی تو رومی کہی جاتی تھی اور اسوقت روم میں زبان عربی مروج نہیں تھی کیا اُن کے حق میں بھی صحابیت کا شبہہ کیا جائیگا۔

قولہ ۱۲ اس نمبر میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جائے گا جس سے ثابت ہو سکے کہ امام غائب ایک عرصہ سے اپنا فرض منصبی ادا کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

اقول یہ دل کے پھپولے پھوٹنے والے نہیں ہیں مجیب کی طرح جنگ اُحد میں بھی دل کی خواہش والوں نے کہا تھا **قد قتل محمد فہلم وارجعوا الی ادیانکم** مگر وہاں نہ پیغمبر کی وفات ہوئی نہ یہاں صاحب الامر کی یہاں اور وہاں بس اپنی عقیدت باطنی کا ظاہر کر دینا ہوا جو سبکو معلوم ہو گیا شبینہ مے کی طرح صبح او ساقی چھیڑ نا مت کہ بھرے بیٹھے ہیں۔

قولہ منجملہ فرائض منصبی امام قایم آل محمدؐ کے دشمنان اہل بیت کرام سے انتقام لینا ہے۔ جو وہ بنی امیہ و بنی عباس ہیں چنانچہ دونوں خاندانوں کی تباہی کا قائم آل محمدؐ کے ہاتھ سے ہونا کتب شیعہ مین موجود ہے انتہی ملخصاً

اقول یہ انتقام اور یہ تباہی امام قائم کے ہاتھ سے کب واقع ہوئی اور کہان کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ دونوں خاندانوں کی بالکل تباہی ہوگئی اور آیندہ کو اُن کا تخم باقی نہیں رہا جو حجتؑ خدا کو دنیا سے رخصت ہونا تجویز کرلیا حالانکہ اہل زمین اُن کے وجود کی برکات سے ہنوز امن وامان مین ہیں۔

قولہ (۱) تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں زیر آیت **سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ** کی تفسیر مین لکھا ہے کہ ایک آگ مغرب سے نکلے گی یہانتک کہ بنی سعد بن ہمام کے گھر تک پہنچ جائے گی اور کسی بنی اُمیہ کے گھر کو بغیر جلائے نہ چھوڑے گی نہ اُس کے رہنے والوں کو نہ اُس گھر کو جسمین آل محمدؐ کا حق ہوگا مگر اُس کو جلاوے گی اور یہی مہدیؑ ہوں گے۔ فلا تدع دارا لبنی امیۃ الا احرقتہا واہلہا وذلک المہدی سورۂ معارج مطبوعۂ ایران

اقول یہ آتش زدگی کا سانحہ اسوقت تک واقع نہیں ہوا پھر امام کا دنیا سے رخصت ہونا کب ثابت ہوا بلکہ یہ عدم وقوع مثبت انتظار وقوع کا ہے اور اس کا مظہر ہے کہ امام العصر کی حیات میں واقع ہوگا۔

قولہ محمدؐ بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں قال اذا قام القائمؑ وبعث الی بنی امیۃ بالشام ہربوا الی الروم دیکھو فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۳۶ ساری دنیا جانتی ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کو پائمال ہوئے صدیاں گذرچکی ہیں اور سلاطین روئے زمین میں کوئی بنی امیہ سے نہیں ہے خصوصاً ملک روم کا بادشاہ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ قایم آل محمدؐ قید حیات

نہیں ہین۔

اقول سچ ہے کہ مارنگھونٹا پھوٹی خیرآباد ابھی یہ واقعہ ظہور اور بنی امیہ کے فرار کا سانحہ شام سو روم کی طرف کب پیش آیا ہے اور روایت مین ملوک بنی امیہ کا کہاں ذکر ہے جو اُن کی سلطنت کی پامالی سے یہ ظاہر سمجھ لیا کہ اب نہ قوم بنی اُمیہ رہی نہ اُس کے استیصال کو حضرت قایم کی بعثت ہو سکتی ہے صاحب رسالہ کے ان قیاسات دور از وہم وخیال نے تو امیر خسرو کے انمل بے جوڑ جملوں کو بھی مات کر دیا ہے تمام رسالہ میں ایسی براہیں واہیہ و حجج واہیہ ہیں جو نفس دعوی کو مس ہی نہیں کرتے ہیں البتہ اگر قوم بنی اُمیہ کا نیست و نابود ہونا دنیا سے ثابت کرتے ہوئے دعوی وفات کرتے تو اچھے بھی معلوم ہوتے مگر وہ دعوی ادعاہی رہتا نسل بنی امیہ کی عالم شہود میں لاکھوں کی تعداد میں معدود ہے۔

قولہ ۳ محقق ابن بابویہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قتل زکیہ اور قایم آل محمد کے خروج کے درمیان صرف ۱۵ رات کا وقفہ ہوگا لیس بین قایم آل محمد و بین قتل النزکیۃ خمس عشرۃ لیلۃ اکمال الدین باب ۶۱ ذکر علامات خروج القایم سو واضح ہو کہ ایک نفس زکیہ امام حسن بن علی کے پرپوتے تھے بڑے عابد و زاہد ان کے معاصر اُن کو مہدی کہتے تھے منصور عباسی کے خلاف خروج کرکے درجۂ شہادت پر فائض ہوئے مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۲۶۳

اقول اگر ایک نفس زکیہ اولاد سے امام حسنؑ کی شہید ہو گئے تو دوسرے نفس زکیہ کو روایت مذکورہ مین کب لکہا ہے کہ وہ بھی شہید ہو گئے یا کوئی سیّد نفس زکیہ کے نام کا پیدا ہونیوالا نہیں جسکے قتل سے ۱۵ رات کا وقفہ خروج کو ہوگا۔ اُن نفس زکیہ کا نام جو قرب زمان ظہور میں شہید ہون گے کتب شیعہ میں محمد بن حسن منقول ہے بحارالانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۲ اور نفس زکیہ امام حسن کے

پرپوتے کا نام محمّد بن عبداللہ المخلص ہے عمدۃ الطالب صفحہ ۸۲ - فَلْیَنْہِمَا بُوْنُ بَعَیْلُ یہ تسوید بیاض صاحب رسالہ کی صرف یا تو ناموری کے لئے ہے کہ لوگ کہیں کہ صاحب الامر کے عدم کو ثابت کر دکھلایا یا یہ کہ اپنا اور ناظرین رسالہ کا وقت ضایع کیا ہے۔

قولہ تفسیر عیاشی کے حوالے سے ایک روایت ہے کہ ایک راوی نے امام جعفر صادق کی خدمت میں خلفائے عباس کے بارے میں ذکر کیا کہ صالح وعیسی بن علی کا مکان تیار ہو گیا ہے تو ایک مخلص نے کہا کہ یا تو خدا ان کو مسمار کر دے یا ہم کو زور بخشے کہ ہم کر دیں فقال لہ ابو عبد اللہ ؑ لا تقل ھکذا بل یکون مساکن القایم واصحابہ اما سمعت اللہ یقول وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسھم دیکھو رسالہ النجفہ نمبر ۳۴ صفحہ ۳۶،

اقول سیاق روایت سے واضح ہے کہ کلام معصوم تفسیر آیۂ کریمہ مذکورہ کے بنا بر توفیق وتطبیق کے وارد ہوئی ہے اور آیۂ شریفہ میں لفظ فی مساکن الذین الخ مذکور ہے جو کلام معصوم میں مذکور نہیں ہوا لہذا وہ کلام معصوم میں مقدر رہا سو تقدیر یہ ہوئی یکون مساکن القائم واصحابہ فی مساکن بنی عباس معصوم نے اپنے کلام میں فی دارھما نہیں فرمایا جو صالح وعیسی عباسی کے گھروں کی تخصیص ہو جاتی اور اُسپر صاحب رسالہ کا ایراد واقع ہوتا یہاں کلام معصوم میں بسیاق کریمہ کے عموم بصیغۂ جمع کے ہے جو تمام قوم کے مساکن کو حاوی ہے اور صالح وعیسی کے مکان کا تذکرہ بسبیل شان ورود کی ہے اگر یہاں پر تقدیر فی دارھما کی قرار دی جائے تو خلاف آیۂ کریمہ کے ہو گی اور مطابق تفسیر ومفسرین نہ رہے گی لہذا ایراد ساقط اور دعوے وفات باطل رہا۔

قولہ تفسیر صافی میں ہے کذلک بنو امیۃ وبنو العباس لما ان وقفوا علی ان زوال ملک الامراء والجبابرۃ منھم علی ید القائم ناصبونا العداوۃ ووضعوا اسیوفھم فی قتل اہل بیت رسول اللہ

وابارة لنسله طمعاً منهم فی الوصول الی قتل القایم سورۃ توبہ زیر آیہ **یریدون ان یطفؤ** نور الله۔

اقول حاصل اِس روایت صافی کا یہ ہے کہ جسطرح فرعون نے طلب موسی کلیم اللہ میں حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرادے تھے تاکہ جس شکم مادر میں موسی پیدا ہونے والے ہوں وہ شکم میں ہی ہلاک وتلف ہوجائے اسی طرح بنی امیہ وبنی عباس نے طلب امام العصر میں بخوف زوال اپنی خلافت کے کیا کہ اہل بیت رسول کو قتل کیا ہے اس میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا جو ایراد کا محل ہوسکے

قولہ ان روایات کی بنا پر ضروری تھا کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کی تباہی حضرت قایم آل محمدؐ کے ہاتھ پر ہو اور اُن کے مساکن میں امام اور آپ کے اصحاب سکونت پذیر ہوں۔

اقول ہم ثابت کرچکے کہ ان روایات کو کوئی تعلّق اُس زمانہ کے بنی اُمیہ وبنی عباس اور اُن کے مکانات مخصوصہ سے نہیں ہے۔ تشبیہ میں ایک وجہ شبہ چاک کرنی شکم کی کافی ہے تمام وجوہ کی ضرورت نہیں

قولہ اب جبکہ بنی عباس بھی بنی اُمیہ کیطرح تباہ وبرباد ہوچکے ہیں اور دولت عباسیہ کی کوئی شاخ بلاد اسلامیہ میں حکمران نہیں ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ضرور قایم آل محمدؐ کے ہاتھوں تباہ ہوگئے ہیں اگر نہیں ہوئے تو ایک تو آیمہ کی احادیث کی تکذیب لازم آئے گی۔ دوسرے ثابت کرنا ہوگا کہ فلاں ملک میں بنی اُمیہ کیطرح بنی عباس ظالمین آل محمدؐ حکمراں ابھی باقی ہیں جن کو امام غائب کسی وقت ظہور فرما کر تباہ وپایمال کریں گے۔

اقول بنا اس ایراد صاحب رسالہ کی ظاہرا کئی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ایک یہ کہ آیہ میں جو **مساکن الذین ظلموا** آیا ہے اُس کے معنی ملوک بنی عباس سمجھ لیے جو دولت عباسیہ کی حکمرانی کو دریافت کررہے ہیں دوسرے یہ کہ خلفا بنی اُمیہ وبنی عباس تباہ وبرباد ہوجانے سے یہ ذہن نشین کرلیا ہے کہ دنیا میں ان قوموں کا تخم باقی نہیں رہا جو آیندہ کسی زمانہ میں

صاحب سطوت و امارات ہو سکتے اس محال وہمی نے ایسے رکیک ایراد پر برانگیختہ کردیا ورنہ
روایات مذکورہ ہر دو تفسیر عیاشی وصافی میں اس ایراد کی کب گنجایش ہے **کما عرفت**
فی الفصل کیا صاحب رسالہ یہ نہیں سمجھے کہ روایات عیاشی وصافی اُسوقت آئمہ معصومین سے
منقول ہوئی ہیں جبکہ دولت بنی اُمیہ مستاصل ہو چکے تھے اور حجاز و عراق اُن کی حکمرانی سے
پاک وصاف ہو چکا تھا پس غور کرنا یہ تھا کہ بنی امیہ کا ذکر کیوں آیا تو اُسوقت سمجھ میں آجاتا
کہ امرا بنی امیہ و حکام بنی عباس کا ذکر روایتوں میں وارد نہیں ہوا۔ لہذا مراد اُن سے قوم
بنی امیہ و بنی عباس ہے اور یہ کیا دشوار امر ہے کہ اُس قوم میں آیندہ زمانہ میں خصوصاً قریب
زمان ظہور میں وہ حکمران صاحب سریر و تاج ہو جائیں پھر کسطرح احادیث کی تکذیب لازم
آئی اور قبل از قرون حکمرانی بنی عباس کی اُسوقت کیا ضرورت ہے جو پیش از ظہور حضرت
قایم اُنہیں تباہ و برباد کردیں۔

قولہ منجملہ علامات ظہور امام غایب صدائے آسمانی و سفیانی بھی ہے دیکھو رسالہ رجعت مجلسی
اور لفظ ندائے آسمانی کو صاحب رسالہ نے کلینی اور کتاب محجہ سے یہ نقل کیا ہے۔
الا انّ الحق فی علی ابن ابی طالب و شیعتہ فاذا کان الغد صعد ابلیس فی الھوا ثم ینادی
الا ان الحق فی عثمان فانہ قتل مظلوماً فاطلبو بدمہ انتہی ملخصاً پس اسپر ایراد یہ فرمایا ہے
اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظہور قایم بوقت بنی امیہ معہود تھا۔

اقول اس سے ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ ظہور قایم بوقت بنی امیہ سابقہ معہود تھا اگر بنی اُمیہ
کا عہد بوجہ نام لیے عثمان کے سمجھ لیا تو کیا مسلمانوں میں اسوقت یا آیندہ کو بنی امیہ نہ ہونگے
اور عثمانی مذہب سے اُن کو نفرت ہوگی ما ھذا الا ھوی

قولہ اب سفیان کی بات سنئے سو یہ تاریخدان اصحاب پر مخفی نہیں کہ یہ ظہور بھی خلفائے

عباس کے زمانہ میں ہوچکا ہے ھو علی بن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ کان من
بقایا بنی اُمیہ بالشام وکان من اھل العلم والروایۃ فادعی لنفسہ بالخلافۃ انتہی
ملخصاً تاریخ ابن خلدون جزو ۳ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۴

اقول اے ماشاء اللہ کیا ذہن ثاقب نے رسائی کی ہے مگر افسوس کہ اپنے فرض منصبی کو یہاں
بھی چھوڑ گئے وفات کو صاحب الامر کی جو اس سفیانی سے بہت بعد کو ہونا بھی ثابت نہ کرسکے جبر وہ
موجودی قایم کو معدوم ہیئت کب کرسکتے ہیں لاکن اسی سفیانی کی بحث میں بھی ذہن رسا کی نارسائی
دیکھنا کہ جس سفیانی کا خروج علامت ظہور قایم بامر اللہ میں منقول ہے نام اُس کا عثمان پسر عنبسہ
اولاد سے عتبہ بن ابو سفیان کے ہوگا کما فی ترجمہ بحار الانوار جلد سیزدہم صفحہ ۲۶۳/۲۶۷ علاوہ
اُس کے ہزار سفیانی فرمانروائے ممالک ہوں خواہ وہ یزیدی ہوں یا عتبی اُن سے علامت
ظہور متعلق نہیں ہوسکتی نہ اُن کے تمکن و خروج سے امام العصر کا ظہور منفی ہوسکتا ہے۔

قولہ اس عبارت میں وکان من بقایا بنی اُمیہ بالشام خاص قابل غور ہے۔

اقول بلاشبہ یہ فقرہ ضرور قابل غور ہے کہ حرف من نے دس ہزار بیس ہزار لاکھ دو لاکھ
بنی امیہ کے اُسوقت موجود ہونے کو ظاہر کردیا دوسرے لفظ بالشام کی قید نے یہ اور بتلا دیا
کہ علاوہ جماعت ساکنان شام کی دیگر بلاد و امصار میں بھی مثل اُندلس وغیرہ کے بنی امیہ تھے
بہر وجہ ایسے غور و پرداخت اور ساز و باز سے ذمہ واری وفات کی ثابت کرنی مرتفع نہیں ہوتی

قولہ یہ تو تاریخی سفیانی ہے لاکن ایک اور روایتی سفیانی بھی ہے کہ اس کا سنہ ظہور بھی
حسب روایات معتبرہ شیعوں کی ہوچکا دیکھو (۴) محقق بابویہ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی میں
واقعات ۷۰۰ھ میں آیا ہے کہ فی سبعمائۃ قنطاریۃ وہی علم علی کل قنطاریۃ صلیب
تحت کل صلیب الف فارس افرنجی و نصرانی وھذہ قصۃ عظیمۃ طویلۃ و

فی زمانا یخرج الیہ رجل من مکہ یقال لہ سفیان بن حرب و فی خبر آخر من وقت خروجہ الی ظہور قائم آل محمد ثمان اشہر لا یکون زیادۃ یوم ولا نقصان جامع الاخبار مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۲۔ آٹھ ماہ کے بجائے ایک سال ہی فرض کیا جائے تو ۱۳۲۲ھ ہوتا ہے اور اسوقت ظہور امام غایب مقدر تھا اور اب تو ۱۳۳۳ھ بھی شروع ہو گئی کیا اس سے بوجہ اولی وفات امام غایب مستنبط نہیں ہوتی ہے۔

اقول حضرت مجیب نے فن حدیث کو عزل نظر کرتے ہوئے بلا تنقید روایت و رواۃ و بلا لحاظ سیاق محدثین کی جمع شدہ اخبار سے استدلال فرمانا شروع کر دیا اور اس سیاق کو نہ سمجھے کہ جو حدیث بصیغہ مجہول مثل روی و نقل یا بلفظ منکر مثل فی روایۃ یا فی خبر لکھی ہو وہ ضعیف و مجہول ہوا کرتی ہے باعتبار اپنی اسناد کے اس سے احتجاج کب لایق ہے تا وقتیکہ متابعت و نیز مطابقت اخبار صحیح معنعنہ سے نہو اور اس روایت کا شروع روی عن النبی سے ہے جو بصیغہ مجہول کے ہے اور روایت مابہ الطعن میں بھی و فی خبر آخر لکھا ہے جو یہ نکرہ مخبر ضعف ہے اور اس کی توجیہ آتی ہے کہ خبر آخر لفظ حدیث کی نہیں ہے بائیں حال و بائی نوع یہ حدیث مثل ان احادیث اہل سنت کے نہیں ہے جنہیں خلافت بنی عباس کا دوام تا ورود حضرت عیسی بن مریم ماثور ہے دیکھو کنز العمال و تاریخ الخلفا و رسالہ انافہ حافظ سیوطی ان میں یہ حدیث بسند ام سلمہ کے مروی ہے الخلافۃ فی ولد عمی و صنو ابی حتی یسلموا الی المسیح و بسند ابن عباس کے منقول ہے قال صلعم للعباس اذا سکن بنوک السواد و لبسوا السواد لم یزل الامر فیہم حتی یدفعوہ الی عیسی بن مریم حالانکہ انقراض خلافت کا بنی عباس کے ۶۵۶ھ میں ہو گیا اور نوبت تسلیم خلافت کے بدست عیسی بن مریم کے نہیں پہونچی فما ہو جوابکم فہو جوابنا لکم و معہ دلیل آخر اور اس سے زیادہ سر سبز حدیث صحیحین کی ہے جو ابن عمر سے

مروی ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے لا یزال ھذا الامر (الخلافۃ) فی قریش ما بقی منھم اثنان یعنی ہمیشہ خلافت قریش میں رہے گی جب تک کہ دو آدمی اُن کے باقی رہیں حالانکہ زمانہ اور بہت سے قرن گذر گئے وہ ہمیشگی منقطع ہوگئی دوسری حدیث صحیحین کی ہے الناس تبع لقریش فی الخیر والشر یعنی تمام مردم قریش کے تابع خیر وشیر میں ہیں اور رہیں گے انتہی چونکہ لفظ اس حدیث کے بعنوان جملہ اسمیہ کی ہے لہذا استمرار اس سے بھی پایا گیا حالانکہ خود قریش دیگر اقوام ترک وغیرہ کے تابع ہیں قریش کا تابع ایک بھی نہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا مع الحجۃ الاخری۔

اب ہم توجیہہ اس روایت غیر مصحح کی پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو قول ابن بابویہ فی خبر آخر من وقت خروجہ الخ حدیث کے لفظ نہیں ہیں اور یہ خاص لفظیں ابن بابویہ علیہ الرحمۃ کی ہیں اس میں صرف حاصل معنی حدیث کو دکھلایا ہے کہ فاصلہ مابین سفیانی وظہور قایم کے آٹھ مہینے کا ہوگا زیادہ نہ کم پس صاحب جامع علیہ الرحمہ کو اس مقام پر تشابہ نام سفیانی میں ہوگیا حالانکہ یہ فاصلہ خروج عثمان بن عنبہ سفیانی سے ظہور قایم کو ہونیوالا ہے جو صاحب آیلہ ہوگا یہ سفیان بن حرب کے زمانہ سے جو صاحب جامع نے اس فاصلہ کی حدیث کو سفیان بن حرب کی روایت سے اپنی تسامح سے ملا دیا ہے اور فرما دیا کہ فی خبر آخر الخ حالانکہ سفیان بن حرب اور ہے اور عثمان سفیانی بعد اُس کے خروج کرے گا لہذا اس مسامحت سے احتجاج کرنی کہ حدیث میں وارد ہوا ہے غلط ہے جیسا کہ خود صاحب رسالہ کو نقل فی سبعمائۃ قنطاریۃ میں تشابہ ہوا کہ سبعمائۃ عدد شمار قوم قنطاریہ کا ہے نہ عدد سنین ہجری کا دیکھو اور سمجھ لو اس کے صدر کی عبارت یہ ہے وفی سنۃ سبع وثمانین وستمائۃ لیظہر رجل من الروم ایقال لہ المرید فی سبعمائۃ قنطاریۃ الخ العاقل تکفیہ الاشارۃ لہذا استدلال ۱۲۴۲ھ و ۱۲۴۳ھ اس مقام پر

حشو و زوائد سے رہا۔

قولہ نمبر ۱۲ اب ایک اور طریق سے وفات امام غایب پر توجہ دلاتا ہوں یہ طریق مشتمل ہے بعض معتقدات شیعہ پر اول عقیدۂ رجعت ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت رسول کریم وجناب ائمہ وانبیاء سابقین دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں آئیں گے معرکہ کربلا وصفین کی ازسرنو تازہ کریں گے رسالۂ رجعت صفحہ ۵۹ اور رجعت بغیر ایک دفعہ مرنے کی ناممکن ہے

اقول اب تو صاحب رسالہ اپنے ہی پانوں میں کلہاڑی مارنے لگے کیا حدیث نجوم سے دست بردار ہوگئے جو مشکوۃ المصابیح میں آیا ہے کہ میرے اصحاب مثل نجوم کے ہیں جس کی اُنہیں سے اقتدا کرو ہدایت پاؤگے اور رجعت ازجملہ معتقدات صحابہ کا کتب اہل سنت سے ثابت ہے دیکھو علامہ ابن قتیبہ کتاب معارف میں ابوطفیل عامر صحابی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں وکان یومن بالرجعۃ یہ صحابی رسول سے مجیب کو کہنا لازم تھا کہ رجعت ناممکن الوقوع ہے اور اُسپر اعتقاد کرنا باطل آپ میری ہدایت کے موافق اقتدا کریں تو معنی حدیث کالنجوم کی کایہ پلٹ ہوجاتی اور اُسوقت صحابی کو یہ فہمائش کرتے ہوئے اچھے معلوم ہوتے بہرنوع اس عقدے سے بھی وفات امام العصر ثابت نہ کرسکے

قولہ سو پہلے قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کرنا چاہیئے اگر وہ ثابت بھی ہوجائے پھر بھی حیات وبقائے امام غایب الی آلآن پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ جب امام کے سب لشکر اور معاون مرکر زندہ ہوں گے تو امام غایب کی رجعت بھی لبعد از وفات ظہور کے لیئے مانع نہوگی بہرصورت اس عقیدہ رجعت سے بھی وفات نکل سکتی ہے۔

اقول یہاں پر صاحب رسالہ نے بہت سے چکر قلم کو دیکر رجعت کے عقیدہ سے وفات کو نکالا ہی پہلے تو قرآن سے رجعت کا ثبوت چاہا جب یہ سمجھ گئے کہ قرآن سے ثابت ہوجائیگا تو قلم کو چکر ادیا۔

اور کہنے لگے پھر بھی حیات امام الی آلان پر دلیل نہیں ہوسکتی بناءً علی ذلک الاعطاف اُلانصراف پھر ذکر رجعت سے اور وفات سے کیا علاقہ رہا جو رجعت کے مسئلہ سے تعرض شروع او رقولہ بہر صورت سے کسطرح وفات کو پیدا کر لیا بلا صورت دکھلائیے۔

دیکھو لقائے امام کی دلیل اور رجعت الی آلان پر قرآن ناطق ہے جو فرمایا ہے بقیت اللہ خیر لکم اور یہ امر ظاہر ہے کہ اطلاق باقی کا اُسی چیز پر صادق آتا ہے جس کے افراد یا اجزار سابق میں گذر چکے ہوں اعنی ما بقی عنہ نرہا ہو اور فرد یا جزو اُس کا الحال موجود ہو اُسی کو باقی کہیں گے اور یہ معنی شبر الشبر حجج اللہ پر ہی صادق آتے ہیں کہ آئمہ یاز دہ گذر گئے اور امام دوازدہم اُن حجج اللہ میں سے باقی ہیں اور موکد اور موکد اس کی آیہ کلمۃً باقیۃً علی عقبہ ہے کیونکہ حضرات آئمہ کلمۃ اللہ ہیں کما جار فی الاخبار

ہم رجعت کی بحث کو یہاں پر بڑھانا نہیں چاہتے کہ اصل مطلب سے دوری ہوجائے گی مگر اسقدر کہنا ضروری ہے کہ لقائے امام العصر جبکہ دلائل نقلیہ و سمعیہ سے ثابت ہوچکا تو اصحاب رجعت کی وفات و بار دگر کی حیات سے امام زماں کی وفات قیاس کر لینی ضرور قیاس مع الفارق ہے اور انکار رجعت جماعت شیعہ کا اور بانی مبانی ہونا ابن سبا کا کار آمد نہیں ہے کہ جو شیعہ منکرین رجعت کے ہیں وہ اثنا عشری مذہب نہیں رکھتے پس اگر کسی کافر کا عقیدہ مثل عقیدۂ اہل اسلام کی کسی وقت میں ظاہر ہو تو اُس کافر کو موحد اسلام نہ کہیں گے لہٰذا اس بحث میں ابن سبا کے عقیدہ رجعت کو ملا کر بحث کو طویل کرنا حقیقۃً اصل مبحث سے گریز کرنا ہے یہاں تو عقیدۂ رجعت صحابہ کو دکھلا دیا گیا ہے اُنکے بعد رجعت کا عقیدہ کہنے والا نہ موحد کہلایا جا سکتا ہے نہ مبارع

قولہ دوم کتب شیعہ میں یہ حدیث ہے عن النبی صلعم اذ قال کلما فی الامم السابقۃ یکون فی ھذہ الامۃ مثلہ حذو النعل بالنعل و القذۃ بالقذۃ اکمال الدین صفحہ ۲۹۳ یہاں تک

سوال ہوتا ہے کہ آخر الامم سابقہ میں کون سا امام بلکہ پیغمبر بھی ایسا ہو گذرا ہے جس کے حالات مطابق ہوں بحالات امام غائب مثلاً غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ وغیرہ جبتک ایسی کوئی نظیر سابقہ امتوں کی نہ ملے امام غایب کی ولادت سے لیکر تا ظہور بزمانۂ رجعت سب حالات قابل تسلیم نہوں گے۔

اقول ماشاء اللہ کیا نادتک ہے اسی فصاحت و بلاغت نے ہی معنی مثلیت سمجھنے میں رکاوٹ کردی اور معنی حدیث کو کچھ سمجھ نہ سکے ہم اس مثلیت کو قرآن میں دکھلاتے ہیں تب تو سمجھ میں آجائے گا قال اللہ تعالیٰ **وارسلنا رسولاً کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا** یعنی ہم نے تمھاری طرف رسول (محمد صلعم) کو بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف رسول (موسیٰ) کو بھیجا تھا اگر مماثلت ادنیٰ ملابست سے متحقق نہیں ہوا کرتی اور مماثلت کے لئے تمام وجوہ تشبیہ درکار ہوں تو حضرت موسیٰ مثل ہمارے پیغمبر صلعم ہرگز نہیں تھے نہ قد وقامت میں نہ شریعت میں نہ مراتب رسالت و محبوبیت میں قولہ تعالیٰ ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم میں پرندوں کو خدا نے امت متعددہ امثال صحابہ و یا نوع انسان کا فرمایا ہے پس بنابر سوال معترض کے لازم آیا کہ پرندے و انسان خصائص میں باہم برابر ہوں و ہو خلف فعلی ذلک لازم آتا ہے کہ یہ تمثیل فی القرآن معاذ اللہ غلط ہوا اسیطرح آیہ کریمہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم ہے کہ سابقہ امم پر چالیس روزہ فرض تھے اور اس امت پر شہر رمضان کی ۲۹ یا ۳۰ روزہ فرض ہوئے ہیں حنیفین باہم مماثلت فی العدد نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ مماثلت کے لیے ادنیٰ وجہ شبہ مطلوب ہے اور وہ وجہ شبہ طابق النعل بالنعل اس حدیث کی بنا پر اسی ادنیٰ ملابست جزئیہ میں درکار ہے لہذا یہ بہر وجہ ثابت ہے کہ مطلق طول عمر میں حضرت آدم و حضرت نوح و حضرت الیاس و ادریس و مسیح بن مریم انبیاء میں و اصحاب کہف خاصان خدا میں مثل ہم صاحب العصر کے ہیں۔

تردید نمبر ۱۲

والباقی سیاقی ذیلعلم مجیب کو لازم تھا کہ اولاً اس حدیث کو اپنی کتابوں میں دیکھتے اور جانچ کر لیتے تو اس سے استدلال کا نام نہ لیتے ملاحظہ ہو جمع بین الصحیحین میں ۲۱ حدیث مسند ابی سعید الخدری میں ماثور ہے قال قال رسول اللہ لتتبعنّ سنن من کان قبلکم شبراً بشبرٍ وذراعاً بذراعٍ حتیٰ لو دخلوا جحر ضبّ لتبعتموهم قلنا یا رسول اللہ صلعم الیہود والنصاریٰ قال صلعم فمن یعنی فرمایا البتہ البتہ تم پہلے لوگوں کا بالشت بالشت کیسا تھ اور ہاتھ ہاتھ کیساتھ اتباع کروگے یہانتک کہ اگر سوسمار کی بھٹ میں داخل ہو گئے ہوں تو بھی تم ان کا اتباع کروگے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول کیا وہ پہلے لوگوں سے مقصود نصاریٰ و یہود ہیں فرمایا کہ اور کون ہو سکتے ہیں اگر اس کی صحت یا وقوع میں کہیئے گا کہ جسطرح نصاریٰ میں پارلیمنٹ اور کمیٹیاں ہیں اسلام میں بھی سقیفہ پردازی ہوئی اور اہم مسائل میں اجماعات فاروقی ہوا کیے کما فی رسالہ شاہ ولی اللہ المسماۃ بقرۃ العینین فی تفضیل الشیخین جو فرماتے ہیں وکسیکہ از اصول وامہات این مذاہب اربعہ اطلاع دارد شک نکند در آنکہ اصل این مذہب مسائل اجماعیہ فاروق است اسی کو طابق النعل بالنعل کہتے ہیں کہ نصاریٰ جسطرح اہم مسائل میں پارلیمنٹ سے کام لیتے ہیں اسی طرح اسلام میں فاروق اعظم کا پارلیمنٹ تھا کہ بلا اجماع ممبران کے اہم مسائل حل نہ ہوا کرتے تھے یہاں تو توفیق ہو گی۔ مگر حدیث ترمذی میں کیا مطابقت لائیگا جو ماثور ہوا ہے آنحضرت صلعم سے لیاتینّ علی اُمتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتیٰ ان کان منہم اتی امّہ علانیۃ لیکون فی امتی من یصنع ذلک اگر مجیب اس کی توفیق میں خلیفۃ المسلمین والاسلام ہارون رشید کو پیش کریں کہ امام یوسف کے فتوے پر ہارون خلیفہ اپنے باپ کے مدخولہ کو اپنے تصرف میں لایا مطابقت ہو گی تو کیا کہیئے گا توفیق بین حدیث متواتر النقل لتتبعنّ سنن من کان قبلکم حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ کما هو فی النہایۃ لابن الاثیر

کوئی قید کسی خاص فعل کی وارد نہیں ہے اور یہ عام سیئیات پر بقولہ لتر کبن کی دلالت کرتی ہی

تو کیا اُس کی توفیق اس اُمت میں خلفا بنی امیہ اور خلفا بنی عباس کی بد اعمالیوں و زنا کاریوں

وغیرہ و شراب خواریوں وغیرہ سے کہی جائے گی کیا معنی حدیث سے یہ پایا جاتا ہے کہ امم سابقہ

کے واقعات سے زیادہ کوئی واقعہ اس امت میں نہ ہو گا حالانکہ یہ نہیں ہے بلکہ معنی مقصود

یہ ہیں کہ جو امم سابقہ میں واقعات گذرے ہیں وہ اس امت میں بھی پیش آئینگی اور زیادہ کے لیے حد

میں منع نہیں آیا فعلی ذلک حضرت نوح کی عمر نو سو پچاس سال کی بنص قرآن ہوئے ہم اسی قدر

سے مطابقت کرتے ہیں اُن کی زیادہ عمر سے اس مقام پر حجت نہیں لاتی فعلی ہذا اس قدر

عمر شریف صاحب الامر کے مطابق عمر حضرت نوح کے ہوئی اور زیادہ کی ممانعت ثابت نہیں بلکہ

حدیث میں لفظ الامم السالفہ ہے لہذا اس قدر عمر تو مطابق عمر نوح ع باقی جسقدر زیادتی ہے اُسکی

مطابقت اعمار اصحاب کہف سے اور جو اُن سے زیادہ ہو اُس کی مطابقت عمر الیاس و ادریس سے

ہو گی فعلی ذلک ادعائے وفات باطل رہا۔

قولہ کسی خاص شخص کو تو شیعہ پیش نہیں کر سکے جو مطابق مفاد حدیث النعل بالنعل من کل

الوجوہ امام غایب کا نظیر ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ مختلف حالات کو مختلف اشخاص سے مشابہ

ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً طول عمر حضرت نوح کو جو اُن کی عمر ۹۵۰ ظاہر آیت قرآن سے

ثابت ہے لاکن امام غائب کی عمر تو اسوقت ۱۰۷۸ برس کی ہو چکی مطابقت طابق النعل بالنعل

کیسے ہوئی۔

اقول مطابقت اسطرح ہوئی کہ جب اور جسوقت اور جس آن حضرت قایم باللہ کی عمر شریف

۹۵۰ برس کی ہوئی اُسی دم مطابقت طابق النعل بالنعل والقذہ بالقذہ کے ہو گئی اور جب حضرت

خضر و الیاس و ادریس علیہم السلام کے سن کو پہونچیگی اُسوقت اُن کیساتھ مطابقت ہو جائیگی۔

اور من کل الوجوہ کی حسرت تو خدا کے کلام سے بھی بر نہ آئے گی کما نبہتکم علیہ

قولہ پھر نوح کی نسبت تو قرآن شاہد ہے امام غائب کی عمر کا کون شاہد ہے۔

اقول حضرت نوح کی عمر کا ذکر قرآن مین متذکر ہے امام العصر کی طول عمر کا اس کو ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ الا العالمون والعلماء الراسخون کہ قصہ نوح مذکورۃ القرآن مقتضی ذکر حضرت نوح کی عمر کا بظاہر نہیں ہے حضرت موسی کا ذکر قرآن میں ہے اور کسی نبی سابق کا نہین ہے مگر اُن کی عمر کو نہیں فرمایا اور متذکر ہونے کی دلیل قوی اور حجت مستوی قولہ تعالی ہے جو فرمایا ہے تلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون پس معلوم ہوا کہ تذکرہ سنین عمر حضرت نوح بظاہر جو غیر مقتضی ذکر تھا اور جس کے ذکر نہ کرنے سے اُن کا قصہ غیر مختتم نہ ہوتا من کلّ مثل کے طریق پر وارد ہوا تا کہ کوئی منکر النسان کی طبعی عمر کو دلیل گردانکر طول عمر صاحب الامر سے انکار نہ کرسکے اور قرآن میں کلمہ باقیہ وبقیت اللہ دو شاہد عدل طول اور بقائے عمر آنحضرت علیہ السلام کے موجود ہیں اور آیہ ولقد صرّفنا للناس فی ھذا القرآن من کلّ مثل فابی اکثر الناس الا کفورا مظہر ہے کہ خدا نے ہر مثل کو جس مین طول عمر بھی حضرت نوح کے شامل ہے قرآن میں ذکر فرمادیا ہے لاکن اکثر مردم یعنی تمام فرق اسلام کے سوائے فرقہ اثنا عشری کے آپ کی طول عمر سے اعراض ورو گردانی کرنیوالے ہیں ومن ہنا ما قال رسول اللہ صلعم ستفرق امتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ الحدیث جو اسمقام پر زیادہ منطبق اور فرق اسلام کی ممیّز ہے فہو المقصود وانتباہ بعنوان دفع دخل یہ لکھدینا ضرور ہے کہ حضرت نوح کی عمر کی صراحت قرآن میں بوجہ واقعہ ماضیہ کے ہوئی ہے اور صاحب الامر کی عمر کا بیان بوجہ واقعہ آیندہ کے نہیں ہوا کیونکہ جملہ اخبار ما یاتی مجمل ومبہم بیلقا ہوا کرتی ہیں ختماً وجزماً اُن کا واقع ہونا البتہ لکھا جائیگا مگر صراحت

موضحہ تعیین زمان وغیرہ کی اُس میں نہیں ہوتی آیات ساعۃ اس کی شاہد ہے کہ باوجود سوال کے بھی توقیت ساعۃ کوارشاد نہیں کیا گیا۔

قولہ اور دوسری جگہ نوح ؑ سے حکایتہً آیا ہے ودعوت قومی لیلاً ونہاراً یعنی رات دن اپنی قوم کو دعوت کی لاکن امام سے نہ قوم واقف ہے نہ وہ خود اپنی قوم میں اقامت رکھتے ہیں نہ دعوت فرماتے ہیں غرض ثابت ہوا کہ اسوقت نوح کی نسبت امام غایب کے حالات پر کسی طرح منطبق نہیں فہوالمراد۔

اقول غلط ہے اس لیے کہ اول تو من جمیع الوجوہ انطباق درکار نہیں کما عرفتم فی الصدر ثانیاً آیہ دعوت قومی قضیہ مہملہ ہے جو جزئیہ کے معنی بھی دیتا ہے تو اس کے ظاہرا معنی یہ ہوئے کہ بعض حصہ عمر شریف میں رات دن قوم کو دعوت اسلام فرمائی ایک وقت اس دعوت کی بعد یہ آیا۔ وکلما مرّ علیہ ملاءٌ من قومہٖ سخروا منہُ قال ان تسخروا منّا فانّا نسخر منکم کما تسخرون جو یہ جواب نوح کا رات دن کی دعوت سے جدا ہے۔

صاحب الزمان کا حال مطابق شان رسول ذوالجلال کے ہے جس سے شان تدریجی رسالت کی ظاہر ہوتی ہے ایک جگہ فرماتا ہے وبعث فی الامیّین رسولاً منھم تبلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلّمھم الکتاب والحکمۃ جو بظاہر معنی آیہ کے تعلیم آپکے باوجود رسالت الی کل الناس ورحمۃ اللعالمین ہونے کی مخصوص اُم القریٰ والوں سے رہے دوسرے وقت میں فرمایا ہے وما ارسلناک الا کافۃً للناس بشیراً و نذیراً پس یہ ہی شان امامت صاحب الامر کی ہے کہ باوصف آپ کی امامت عظمیٰ وخلافت کبریٰ علی سائر الانام کی ظاہری تعلیم آپ کی اسوقت میں مخصوص جزیرہ خضرا کے سکنہ سے ہے دوسرے وقت میں تمام عالم سے متعلق ہونیوالی ہے انشاء اللہ تعالیٰ پس یہ بھی غلط ہے کہ صاحب الامر اپنی قوم میں اقامت نہیں رکھتے الخ

اس لیے کہ جزیرۂ خضراوالی آپ کی ہی قوم ہے اُن میں ہی تشریف فرما ہیں اور تعلیم بالمواجہ فرماتے ہین اور آپ کی قوم کے حاضرین اور اکثر غائبین آپ سے بخوبی واقف ہیں لہذا آپ کے حالات انبیاء سابقین اور جد خیر المرسلین کے حالات سے ضرور مطابق ہیں۔

قولہ پھر اصول کافی میں ہے کہ بعد رسول خدا صلعم کے جو اوصیأ کرام ہیں وہ مطابق اور مشابہ ہیں اوصیأ عیسیٰؑ سے اور حضرت علی مسیح کی سنّت پر ہین والاوصیاء الذین من بعد محمّد علی سنۃ اوصیأ عیسیٰ وکانوا اثنی عشر وکان امیر المومنین علی سنۃ المسیح کتاب الحجۃ باب ماجاء فی الاثنا عشر صفحہ ۳۴۳ نظر بریں اصل محکم امام غایب کا مثیل پیغمبران ازمنہ قدیم مثل نوح والیاس وخضر وغیرہم میں سے منتخب کرنا لے سود ہے بلکہ قریب زمانہ گذشتہ میں اوصیاء عیسیٰ (حواریین) مین سے تلاش کرنا چاہیے لیکن اُمید نہیں کہ اس میں کامیابی ہو تو ثابت ہوا کہ امام غایب کے حالات ہی غلط ہین۔

اقول جوش عداوت مین وہ بھی لکھنے لگے کہ جسکا جواب اپنی ہی کتابون میں موجود ہو مگر یہ وہ جوش ہے کہ کچھ نظر نہین آتا دیکھو ولیکو کبّرٗا اپر عمل کرو اُمید نہیں کہ اس ارا قنطریق پر کامیابی ہو بدلیل قولہ تعالیٰ ختم اللہ کے دیکھو مشاہیر علمأ وجماہیر کبرا اہل حدیث نے مثل محدث ناقد خطیب بغدادی وابن ابی الدنیا وامام البیہقی صاحب الدلائل ومحدث منقدالاخبار والرجال دارقطنی وامام المحدثین حافظ الاخبار ابن حجر صاحب مطالب العالیہ ومحدث مسدد صاحب مسند وحافظ ابونعیم صاحب الدلائل کی زریت بن برثلا وصی عیسیٰ کا ہنوز زندہ وموجود حی قایم ہونا روایت طویلہ میں نقل کیا ہے حتی کہ ازالۃ الخفا مین بھی مذکور ہے کہ لشکر اسلام جب عراق میں پہونچا تو نضلہ انصاری حلوان میں گئے اُس کے پہاڑ سے اذان کی آواز سُنی جو موذن دکھلائی نہیں دیتا تھا تب لوگون نے کہا کہ تم کون ہو اپنی صورت کو دکھلاؤ تو پہاڑ شق ہوا اور اُسمیں سے ایک شخص

نمایان ہوئے اور کہنے لگے کہ میں رزیت بن برثلا وصی عبد صالح عیسی بن مریم کا ہوں مجھے اس پہاڑ میں ہی سکونت کا حکم دیا ہے تا نزول عیسی کے انتہی بلخص ترجمۃ لہذا دعوے غلط صاحب رسالہ کا ظاہر ہو کر مطابقت حالات اوصیا رعیلی کے حال غیبت طویلہ صاحب امر سے ثابت ہو گی فللہ الحمد

قولہ ۱۳- امام غائب کی غیبت کے جو وجوہات کتب شیعہ میں موجود ہیں انپر غور کر کے بھی پتہ لگتا ہے کہ اب سے بہت زمانہ پہلے وہ وجوہات مفقود ہو چکے ہیں (۱) لکھا ہے کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کو چونکہ علم تھا کہ ہماری ہلاکت قایم آل محمد کے ہاتھ پر ہو گی لہذا وہ عموماً قتل اہل بیت رسول میں سرگرم تھے اس آرزو کے برآنے کے لئے کہ قایم کو بھی قتل کریں اس کا ثبوت بحوالہ تفسیر صافی اوپر عرض کر چکا ہوں اب اسوقت کہ بنی اُمیہ و بنی عباس کی سلطنت کا نام دنیا میں باقی نہیں رہا۔ امام غائب کا بدستور خائف و مستور رہنا صریحاً غیر ضروری ہے اس سے نتیجہ نکلا کہ امام کسی جگہ بھی خائف و مستور نہیں ہیں اگر کہیں مستور و مخفی ہوتے تو ضرور ظہور فرماتے جب ظہور نہیں فرماتے تو ضرور ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں انتہی ملخصاً

اقول اس اعادہ ماسبق و تکرار ایراد متعلق بنی امیہ و بنی عباس سے و نیز اُس کے ردّ سے طبعی نفرت ہے۔ مگر کیا کیا جائے داب تعاقب سے بعید ہے اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ جواب شافی نمبر ۱۲ صاحب رسالہ میں دیا گیا مگر اب بھی کہا جاتا ہے کہ امام العصر بانتظار نسل آیندہ بنی اُمیہ و بنی عباس کے جو اُن میں جبابرہ ہوں گے حیات و قایم و منتظر ہیں ہمیں اس مقام پر قرآن کی آیت یاد آگئی کہ امم سابقہ کے لوگ بھی آیندہ اخبار انبیا پر ایسا ہی کہا کرتے تھے ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین قل عسی ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون ظاہر معنی اور کہتے ہیں وہ لوگ یہ وعدہ کب آئیگا اگر تم سچے ہو

کہدو اے پیغمبر کہ قریب ہے کہ شاید بعض جس کی کہ تم جلدی چاہتے ہو تمہارے پیچھے واقع ہو جائے بہر نوع ایسے شبہات وارده بمثل اقوال سلف کے ہیں جو لوگ انبیاء سے کیا کرتے تھے یہ کہنا بھی ضرور ہے کہ روایت صافی میں کہاں مذکور ہے کہ صاحب الامر بنی امیہ وغیرہ کی سلطنت سے ابتک خائف ہیں یہ روایت صافی سے استدلال محض ہوس ہی ہے بڑی بڑی کتابوں کے نام اپنی استدلال خام میں کیا اسیوجہ سے لکھے ہیں کہ ناواقف دیکھکر خائف یا مشتبہ ہو کر مرعوب ہو جائیں اور آپ کے رسالہ کی عظمت منائیں اور مرزائی گروہ کی نظروں میں بڑی وقعت بڑہجائے

قولہ ۲ خلاصۃ الاقوال مؤلف رسالہ آپ کے چچا کی مخالفت اور معتمد عباسی سے شکایت کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے اور آپ کی تلاش میں آپ کو نہ پانا لکھکر نتیجہ کلام میں فرماتے ہیں کہ اگر امام غائب اپنے ایسے چچا کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے غایب ہوئے ہوں تو وہ بیشک حق بجانب ہے لیکن کیا آپ کیساتھ آپ کا چچا بھی زندہ رہا ہے جس کیوجہ سے وہ ابتک غایب و ترسان رہے اور ہیں اس انتہا درجہ کے جبن کو ایک امام کی طرف منسوب کرنا ہرگز مناسب نہیں

اقول غیبت کبریٰ کی بعض مصلحتوں کو نمبر ۱ و ۲ کے جواب میں مصرحاً لکھدیا رہا چچا کا خوف اور چچا کے فوت سے بقائے خوف سو اس کی مثل میں کسی شاعر نے جواب دیا ہے۔ ؎

یک حسینی کو کہ کر دندش شہید ۔ ورنہ بسیار ند در عالم یزید

اور صاحب امر کو جبن کی طرف منسوب کرنا شیعوں کی طرف یہ تو افترا فاش و کذب فاحش ہے اس کے موجد و مبتدی و مبدع تو صاحب تحفہ ہیں اُن سے کہنا مناسب ہے کہ اسے یہ طعن جبن کرنا تیرا نئے شان ۔ سرایت کرتا ہے رب علی تک + اسوجہ سے کہ بہا نبیاء کے قتل ہو جانے کو جانے دو مگر امام و خلیفہ انام کے شرائط میں سے غلبہ و قہر و استیلا و تسلط بلحوظی ظاہر معنی ان حزب اللہ ھم الغالبون کی ہے تو خدا اسے دیدہ

ودانستہ بلوائیوں کے ہاتھوں خلیفۃ المسلمین عثمان غنی کو شہید ہونے دیا اور خود مخفی رہا
اُسوقت کا اخفا رکیا بلوائیوں کی ہیبت خونریزاور قساوت فتنہ انگیز سے کہا جائیگا اور خدا نے اُس
خلافت قاہرہ کا استیصال تاتاریوں کے ہاتھ پر ہونے دیا یہاں بھی نسبت جبن کی دیجئے گا
کہ کچھ اُن سے انتقام نہیں لیا مگر یہ تسلیم کرلینا چاہیئے کہ جوشش بغض و عداوت میں وہ کلمات
زبان پر آجاتے ہیں کہ جو حد اسلام سے باہر اور احاطۂ کفر کے اندر ہوجاتے ہیں لہذا یہاں پر
ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون صادق آتا ہے۔ بائیحال یہاں بھی بلکہ ہر مقام پر
صاحب رسالہ اپنے عہدہ اثبات وفات کا ادا نہیں کرسکے۔

قولہ ۳ (مؤلف رسالہ نے یہاں بھی پہلا سبق پڑھنا شروع کیا) جس کا محصل یہ ہی
کہ چچا کے شکایات پر خلیفۂ وقت نے جاسوس مقرر کیئے لیکن امام غائب فوراً اس تجویز سے
واقف ہوگئے۔ صافی شرح کافی باب مولد صاحب الزمان اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا
اب بہی امام غایب کے خاص وکلا شیعوں سے مال و دولت وصول کیا کرتے ہیں اور
کیا اب بہی معتمد عباسی خلیفہ کے جاسوس اُن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے
غیبت کو بدستور لازم گردانا ہوا ہے کیا ان واقعات کو صدیاں نہیں گذر گیئں۔

اقول صاحب رسالہ نے علمی مناظرہ و مہذب مکالمہ سے گریز کرتے ہوئے وہی محاورہ
بازاری شروع کردیا جو اغیلمہ بنی امیہ جس لب و لہجہ فاحشہ سے اہل بیت نبی پر طعن کیا کرتے
تھے اور شیوہ مطلق العنانی اور جرح لسانی شروع کیا کہ صدر میں نسبت جبن کا اقرار کیا
یہاں متفوہ بہفوات ہوئے مجبور جواب ترکی بترکی ہمکو دینا پڑا ورنہ ہمکو عادۃً و عقیدۃً
ایسے کلام سے نفرت تامہ ہے بھلا یہ تو فرمایئے کہ کیا حضرت عثمان غنی جب اُحد سے بہلگے
تھے کیا جوانان جنگی کفار قریش کے اُن کے پیچھے لگے ہوئے تھے جو فرار بفراز فرما گئے۔

اور آیہ ان حزب اللہ ھم الغالبون سے اپنے کو توڑا گئے امام العصر کے وکلار غیبت صغریٰ میں اُسیطرح مال و دولت وصول کرتے رہے جسطرح عوامل پیغمبر خمس و زکوۃ اہل اسلام سے وصول کرتے رہے اور غیبت کبریٰ میں آپ کے نوابان جو علماٗ و فقہا ہیں مثل وکلار کے مال و دولت خمس و زکوۃ پانے کے مستحق ہیں ایسی حکایتوں سے کیا صاحب رسالہ کا پیچھا بغیر ثابت کئے وفات کے کہیں چھوٹ سکتا ہے گو وہ کہ بیقدر لغاظی فرمائیں عقب گذاری ممکن نہیں چچا کا اور رہا سو سونکا خوف جبکہ غیبت کبریٰ کے اسباب میں نہیں کہا گیا۔ تو یہ اعتراض اختراعی سبب پر مناظرۂ علمیہ کب لیا جا سکتا ہے حالانکہ چچا کا خوف محدود بعض ایام غیبت صغرا کی تھا نہ باقی زمانہ غیبت صغریٰ مین مگر یہ کہ اس اختراع و افترا میں اپنے سلف اسلاف کی پیروی فرمائی ہے جو وہ بھی سیکڑون جھوٹی حدیثیں اہل بیت نبی پر گھڑا کرتے رہے ہیں۔

قولہ ۴۸ پھر غیبت کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ہر ایک امام کی گلی مین کسی نہ کسی ظالم کی بیعت کا جُوا ہوتا رہا ہے امام غایب کے خروج کرنے میں کسی جابر طاغی کی بیعت کرنی پڑے گی۔ ابن بابویہ نے غیبت کی علت اسی امر کو قرار دیا ہے چنانچہ مختلف روایات کے الفاظ حسب ذیل ہیں (۱) نعمی ن لادتہ علی ھذا الخلق لئلا یکون لاحد فی عنقہ بیعۃ اذا خرج (۲) یبعث القائم ولیس فی عنقہ بیعۃ لاحد (۳) لئلا یکون فی عنقہ بیعۃ لاحد اذا قام بالسیف اکمال الدین باب ۴۴ علۃ الغیبۃ صفحہ ۲۶۵ اسوقت میں سوائے خوارج سُنی و شیعہ میں کوئی بھی اُن کا دشمن نہیں ہے۔

اقول روایات مذکورۂ شیعہ میں کہاں مذکور ہے کہ بیعت کا جُوا ہر ایک امام کی گلی میں ہوتا ہے جو یہ بیہودہ گوئی و یاوہ سرای شروع کی ہے اس استخفاف کا جواب ہم نہیں دے سکتے سو پہونچتی رہتی ہیں خبریں حضرت پیغمبر کو ؞ جواب اس کا وہی دیں گے ذرا اس کا مزہ چکھنا

دشمن اسیطرح دہوکہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تمہارے دشمن نہیں پھر دغا بازی سے باز نہیں آتی اس زبانی وعدہ کا تسلی بخش کیا اطمینان ہو سکتا ہے حالانکہ سفیانی کا خروج خاص ارض روم سے ہوگا جو آجکل دار الامارہ و دار الخلافہ اہل سنت والجماعۃ کی وہی کہی جاتی ہے اور اب بھی وہی سلطنت مخالف مسلک امام العصر کی ہے علت خوف بحالہ ہے پھر ظہور کیلئے اطمینان کہاں ہی

قولہ ۵ پہر علت غیبت یہ قرار دی ہے کہ امام کو اپنی جان کا خوف ہے عن الصادق ؑ

یقول ان للقایم غیبۃ قبل ان یقوم قلت ولم ذلک جعلت فداک قال یخاف واشار الی بطنہ و عنقہ اکمال الدین صفحہ ۱۹۸ الخ۔

اقول غیبت کے اسباب ہزار ہیں ایک دو تین مختلف اسباب جو اخبار میں مذکور ہوئے اُس پر یہ شبہ وارد نہیں ہو سکتا کہ کبھی کچھ سبب بیان کیا اور کبھی کچھ ظاہر کیا حالانکہ سب اسباب شرعی وعقلی ہیں اور یہ خوف جان کا بھی ایسا ہی ہے اسوجہ سے کہ صاحب الامر کے ظہور کا وقت من عند اللہ مقرر ہے اور اُسی مقررہ وقت پر آپ منصور و فتحمند ہونے معہود ہیں اگر قبل از وقت زمانہ بنی عباس یا فیما حضر بلکہ عہود سلاطین شیعہ کی اپنی رائے سے خروج کرتے یا کریں تو حمایت انصار کارگر نہ ہوتے اور نہیں ہو سکتے بجز اس کے کہ قبل از وقت کا اثر بدپیش آجاتا اور اب بھی پیش آسکتا ہے کیونکہ دشمن صرف سلطنت ہی نہیں بلکہ فرد واحد سے وہ ضرر پہونچ جاتا ہے جو خلفاء اسلام کو متواتر پہونچتا رہا ہے لہذا یہ سبب خوف کا اقوی اسباب غیبت سے ہے۔

قولہ ۶ پھر غیبت کی وجہ ایک فاضل نے علاوہ خوف اعدا کے عدم نصرت رعیت بھی قرار دی ہے۔ سرمایہ ایمان صفحہ ۱۰۶ الیکن یہ وجہ بھی مثل دیگر وجوہ کے بودی ہے کیا شیعہ کو اپنے امام سے اس حد تک سرد مہری ہے کہ وہ ظہور کریں تو یہ اُن کی نصرت جان و مال سے نہ کریں کیا اس ہزار گیارہ سو برس میں کسی وقت ظہور فرمانا چاہتے تو وہ رعایا کے محتاج تھے۔

ہرگز نہیں اُن کے پاس تو عصائے موسی انگشتر سلیمان اسم اعظم جیسی چیزین ہیں اور جس کی نظیر میں
حسب اعتقاد شیعہ ملائکہ اور جن و باشندگان جابلسا و جابلقا ہیں کیا ایسے ساز و سامان کے ہوتے
ہند و پنجاب یا ایران کے شیعون کی نصرت کا کوئی منتظر رہتا ہے ہرگز نہیں الخ

اقول اس کا جواب ابھی ابھی مدلّل اور موجہ گذرا کہ اس ہزار گیارہ سو برس کا ظہور قبل از وقت
تھا اور قبل از وقت کے لیے ممانعت قرآن مین آچکی ہے قولہ تعالی ولا تعجل بالقرآن من
قبل ان یقضی الیک وحیہ یہاں پر توفیق اس آیہ کی اسطرح پر ہوگی ولا تعجل بالظہور من
قبل ان یقضی الیک وحیہ امام بلکہ جملہ مرسلین کرام کسی قسم کا غلبہ حاصل نہیں کر سکتے مگر باذن اللہ
وقبل از وقت جس کی علامتین سابق میں گذریں اذن ہونا معلوم قال اللہ تعالی قالت لہم رسلہم
ان نحن الا بشر مثلکم ولا کن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان
الا باذن اللہ پس عصائے موسی و انگشتر سلیمان و اسم اعظم کی تاثیرات اذن خدا پر موقوف ہیں اور
اُسی کی مشیت پر منحصر اور تعین وقت ظہور وہی ملئت الارض ظلماً وجوراً ہے جو اُس سے تقدیم
و تاخیر نہیں ہو سکتی پھر شیعیان ہند و پنجاب و ایران و جابلسا و جابلقا کیا مال ہیں جو قبل از وقت
نصرت کر سکیں۔

قولہ نمبر ۴۱ جب دیکھا گیا کہ امام کے وجود کو ثابت کرنا مشکل ہو تو ایسی تاویلات کی طرف
رجوع کیا گیا جن سے ہر زمانہ میں ظہور امام کے اعتقاد سے ملکی فائدہ حاصل کیا جائے یا جن سے
کہ سائل کسی وقت بھی مجبور نہ کر سکے اول مثلاً بنی امیہ و بنی عباس کے سطوت کو برباد کرنے
کے لیے اُس اعتقاد سے خوب فائدہ اُٹھایا گیا امام ظاہر ہوئے یا نہوئے مگر ہوا خواہان تشیع کی
مرادیں پوری ہوگئیں۔

اقول فائدہ کا اُٹھانا دعوی بے سند ہے اور بنی اُمیہ کی بربادی من اللہ ہوئی اُس سے

ملکی فوائد شیعہ انکو نہیں ملے البتہ بنی عباس کی ہلاکت بھی موجب فلاح صلاح الدین معاند شیعہ کے ہوگی۔

قولہ دوم امام کے ناموں میں سے ایک نام فرج تجویز کر لیا یعنی خوشحالی الخ

اقول یہ نام ثبوت وفات کو کچھ بھی فائدہ بخش نہیں بلکہ یہ مثبت حیات ہے آگے چلو

قولہ سیوم دینی فوائد تو اسوقت بھی حاصل ہو رہے ہیں جیسے غیبت کبریٰ الخ

اقول غیبت کبریٰ کے شواہد صدر میں مصرحاً گذرے اب اگر دینی و دنیوی فوائد حاصل اُس سے ہوئے یہی رحمت خدا ہے۔

قولہ چہارم منتخب البصائر میں امام صادق سے مذکور ہے کہ جسقدر آیات قیام ساعت کے ہیں وہ سب امام قایم کے قیام میں نازل ہوئے ہیں رسالہ رجعت حدیث ہشتم صفحہ ۲۹ تو جو آیات حسب اعتقاد شیعہ اثبات رجعت کے لیئے ہیں انکا مصداق کون ہوگا ؎

ترا اک وعدہ دیدار اور وہ بھی قیامت پر ؛ پھر اسپر صبر کرنا ہے دل اُمیدوارونکا

اقول چونکہ مابین ہر دو قیام کے لزوم اقترانی ہے اس لیئے آیات ساعت مشترک ہیں دونو قیام ساعت و قیام حضرت قائم کے وقوع میں اور رجعت میں بھی چونکہ شیعہ واقعات ظہور رکھے ہین لہذا آیات رجعت بھی مخبر ظہور ہیں مجیب کا یہ شعر تحفہ کے مصرع کی پوری شرح ہے جو انکار امامت صاحب الامر میں لکھا ہے ؎ این امامت نشد قیامت شد یعنی جسطرح قیامت محال ہے اسیطرح صاحب الامر کی بوجہ غیبت کبریٰ کے امامت محال ہے اور اپنی دیدار خدا کے بروز قیامت تو خیر لیجئے گا ؎ قیامت کا کیا وعدہ خدا نے ایک فرقہ سے ؛ ہماری ٹانگ کو تم دیکھنا نار جہنم میں ؛ پھر اسپر صبر ہو کیونکہ دل نادان کو دنیا میں ؛ اسی اُمید پر وہ مبتلا ہیں رنج اور غم میں

قولہ پنجم امام غایب کو موجب امان زمین کہا گیا ہے الی قولہ اس سے معلوم ہوا کہ امام فرائض

آیات و تبلیغ ہدایت سے یا تو فارغ البال ہو چکے یا اس عہدہ سے انکو دوسرے عہدہ پر مستقل کیا گیا ہے اور فرائض امامت سے اُنکا علحدہ ہو جانا بمنزلہ وفات کے ہے۔

اقول کیا دو عہد یا دو منصب کسی ایک شخص میں جمع ہونے مشکل یا محال یا دشوار ہیں اگر محال ہیں تو خدا نے جو حضرت رسالت ختمی مرتبت کو رحمۃ للعالمین اور بشیر اور نذیر سے یاد فرمایا ہی تو صاحب رسالہ نے رسولخدا صلعم کو اپنے زعم میں کس عہدہ سے فارغ البال قرار دیا اور کس دوسرے منصب پر مستقل سمجھا تاکہ کسی نہ کسی فرائض سے علیحدہ تجویز کرنے پر معاذ اللہ اُن کو فاقد المنصب قرار دے لیں لیکن یہ سب بوار ناوقت کی ہے نہیں نہیں قصہ قرطاس حضرت پیغمبر صلعم کو عہدۂ رسالت اور شان وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ سے برخاست کرتے ہوئے بصیغۂ ہذیان مستقل صاحب رسالہ کی سلف اسلام نامزد کر چکے ہیں وہی صاحب رسالہ جو اُن کے خلف ہیں اپنی مشق بڑہانا اسی تغیر و تبدل میں چاہتے ہیں ہم تو یہاں اور وہان دونون جگہ یہی کہین گے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ تنشق الارض وتخر الجبال لا یہ

قولہ ۱۵۔ امام کی غیبت کا امتداد زیادہ سے زیادہ بقدر بقاء حضرت نوح ۴ تھا چنانچہ لکھا ہے واللہ لو بقی فی غیبته ما بقی نوح فی قومه لم يخرج من الدنیا حتی يظهر فيملأ الارض قسطا وعدلا اکمال الدین صفحہ ۱۹۶۔

اقول اس حدیث کا مفاد اسقدر ہے شرط کیساتھ ہے کہ اگر زمانہ غیبت کو اس قدر عرصہ ہو جائے گا جتنی نوح کی عمر اُن کی قوم مین ہوئی تو امام دوازدہم دنیا سے نہ جائینگی تا آنکہ ظہور کریں اور زمین کو قسط و عدل سے معمور کردیں گے اس میں وقت تعیین ظہور کب مذکور ہوا ہے جو جولانی قلم پر ٹوٹ پڑے یہ اعتراض تو اسوقت سرسبز ہو سکتا کہ جب بجائے قولہ حتی یظہر کے فیظہر فی تلک الاوان وارد ہوتا چونکہ حدیث میں حتی یظہر ہے وہ حتم ظہور پر دلیل ہے

اطلاق دلالت کرتا ہے کہ کبھی نہ کبھی لبعد گذ رجانے اُس مدّت عمر نوح کے بالضرور ظاہر ہوں گے فلا یرد علیہ شی - افسوس کہ صاحب رسالہ اسقدر بھی اس حدیث کا مفاد نہ سمجھے کہ قیام حضرت قایم کا بقدر قیام نوح فی امتہ لبشرط اس کے ہے کہ امام حجت اللہ بغیر ظہور فرمائے دنیا سے رخصت نہ ہوں گے خواہ کسی مدت مدید کے گذرجانے پر ظہور فرمائیں اُن کا ظہور فرمانا بعد تحقق مدّت عمر نوح کے حتمی ہے نہ یہ کہ بفور انقضائے مدّت عمر حضرت نوح ؑ کے ظہور فرماویں گے - بریں عقل و دانش بیاید گریست اس کوتاہی فہم معنی حدیث میں صاحب رسالہ ہے منفرد نہیں اُن کے سلف بھی کلام نبی کو نہیں سمجھتے تھے قصہ حدیبیہ کا واقعہ اور حضرت عمر کا فرمانا ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ اس کا شاہد ہے تفسیر الدر المنشور صفحہ ،، ج ۶ لہذا ایسی پیشگوئیاں مقلدین خلیفہ سے حادث ہونے موجب عجب عُجاب کا نہیں رہیں -

قولہ نمبر ۱۶ تمام عقلی دلائل بھی اس عقیدہ کے منافی ہیں (۱) عن ابی عبد اللہ قال حجۃ اللہ علی العباد النبی والحجۃ فیما بین العباد وبین اللہ العقل کتاب العقل اصول کافی صفحہ ۱۴ (۲) العقل دلیل المومن (۳) ان اللہ حجتین حجۃ ظاہرۃ وحجۃ باطنۃ فاما الظاہر فالرسل والانبیاء والائمۃ واما الباطنۃ فالعقول صفحہ ۱۰ ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین کبھی کسی امام سے خالی نہیں رہتی لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ امام ظاہر و مشہور رہو یا ترسناک پوشیدہ اما ظاہراً مشہوراً او خافیاً مغموراً رسالہ ارشاد بر شرح اعتقادیہ صفحہ ۲۹۹ اس نمبر میں حدیث نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ ائمہ ہمیشہ حجت ظاہرہ ہوتے ہیں اور جو حجت ظاہرہ محسوسہ نہیں باطن میں ہی وہ عقل ہے یہ بھی ایک دلیل واضح ہے بطلان عقیدہ غیبت امام و وفات امام پر -

اقول ماشاء اللہ صاحب رسالہ کو علم حدیث میں ملکہ راسخہ حاصل ہے جس سے معنی مقلوب کو ذہن ثاقب بہت جلد اخذ کر لیتا ہے احادیث مذکورہ میں اگر اس قدر محسوس فرما لیتے کہ ظاہر و باطن کی مثالوں میں یہاں پھر ایک مثال عالم محسوسات میں سے دوسری غیر محسوسات میں سے وارد ہوئی ہے اُس سے معنی ظاہر کے یہ سمجھ لیتے کہ حجۃ ظاہرہ سے وہ جوہر مراد ہے جو قایم بذاتہ و بشخصہ ہو عام اس سے کہ وہ عالم شہود میں متمکن رہ کر اپنی امت میں حاضر ہو یا امت سے غایب رہے یا بعض میں حاضر و بعض سے غایب ہو مگر عالم شہود میں ضرور موجود ہو اُس کا ظاہر ہونا عالم اعیان میں موجود و حاضر ہونا ہے حضرت نبوی یوم غار بھی نبی اللہ اور یوم بدر و حنین بھی نبی اللہ تھے غیبوبت عن الامۃ قادح ظہور کے نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت رسالت نعوذ باللہ تین روز غار تک فاقد النبوۃ ہو گئے تھے بلکہ زمان سفر طائف میں جو مکہ والوں سے چھپ کر خوف کی وجہ سے غائب رہے اُس عرصہ میں نبوت سے مسلوب ہو گئے ہوں ایک منٹ اور ایک ہزار مہینے اور ایک لاکھ برس کی غیبوبت مساوی حکم رکھتی ہے

حدیث نبوی لحق سبطین ھذان امامان وان قاما وان قعدا میں اسی طرف اشارہ ہے اور حجۃ باطنہ سے وہ مقولہ و عرض قایم بغیرہ مراد ہے جو مقولات تسعہ سے غیر محسوس ہو کبھی دکھلائی نہ دے سکے اور غایب شخص کو غیر محسوس عرض ہونا نہیں کہا جا سکتا جبکہ وہ قایم بذاتہ ہو اس لیے کہ وہ غائب ایک جگہ سے غیر حاضر اور دوسری جگہ ظاہر بشخصہ اور موجود و قایم لذاتہ ہوگا لہذا حجۃ ظاہرہ پر اُس کے اختلاف حالات کے سبب خائفاً مغموراً بھی صادق آئے گا جسطرح رسول خدا یوم غار و یوم احد فی الشعب و ایام سفر الی الطائف اور اعوام شعب ابی طالب خائفاً مغموراً کفار قریش سے تھے با اینہمہ حجۃ ظاہرہ خلق اللہ پر ہوتے ہیں جو آپ کے تنک کرے کافر ہے اور خائفاً مغموراً کے جو معنی رسالہ

ارشادیہ سے صاحب رسالہ نے ترسناک پوشیدہ نقل کیئے غلط ہیں کیونکہ لفظ خافی خفا سے مشتق ہے اور مغمور یعنی پوشیدہ کا مترادف ہے اگر خائفًا کہا جاتا تب معنی ترسندہ کے ہوتے فعلی ذلک معنی خافیًا مغمورًا سے حجت ظاہرہ ہونے میں کلام نہین ہو سکتا۔ ورنہ یہ ایراد بپیغمبر خدا تک پہونچتا ہے۔ پس اس خفا سے بھی وفات ثابت نہوئی فللّٰہ الحمد و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۵۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

دوسرا حصّہ تشحیذ کا مؤلف رسالہ نے وفات حضرت مسیح مین بڑی طول طویل عبارت مین یہ دوسرا حصّہ قرآن کی آیتوں اور فرقہ شیعہ کی روایتوں سے تحریر فرمایا ہے اس غرض و غایت سے کہ جب عیسیٰ مسیح بن مریم تو وفات پا چکی اور ظہور مسیح موعود بنا بر احادیث کثیرہ کے ہونا لابدی ہے سو وہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں چونکہ اس حصّہ مین بھی مرویات شیعہ کو مثل حصّہ اول کے بلا سند رواۃ ثقات و بلا تنقید صحیح و سقیم کے اناپ شناپ زیب رقم فرمایا اور حسب دلخواہ اُن کے معانی بنائے اور اپنا مطلب اُن سے حاصل کرنا چاہا وہی صورت اس حصہ دوم میں ہے سے قیاس کن زگلستان او بہارش را لہذا ہم کو بنقل روایات کے اُس کی تردید محض عبث اور تضییع وقت معلوم ہوئی البتہ اس بارے میں جو اُنکا مایہ ناز ہے وہ بقول صاحب رسالہ کے وفات مسیح کو تمام عقائد سلسلہ کا بنیادی عقیدہ ہے وہ آیہ کریمہ انّی متوفیک و رافعک الیّ و آیہ شریفہ وحرام علی قریۃ اھلکنا انھم لا یرجعون ہیں جو اوّل وفات عیسیٰ پر اور ثانی عدم رجعت پر علیٰ زعمہم دلالت

کرنے والی ہیں اور آیہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اور آیہ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے غلبہ دین مرزائی اور رسالت حضرت میرزا غلام احمد کو علی توہمہم مستخرج فرمایا ہے سو ہم اسے مایہ ناز میرزائیوں پر روشنی ڈالتے ہیں جو یہ چار آیتیں مستدلہ بہا اُن کی ہیں ہم ایک کو جداگانہ فصلوں میں دکھلاتے ہیں۔

فصل اول قولہ انی متوفیک ورافعک میں علماء تفسیر نے قاعدہ تقدیم وتاخیر کو بیان کیا ہے یعنی انی رافعک الی ومتوفیک الایہ کما فی تفسیر الاتقان چنانچہ آیہ فلا تعجبک اموالھم و اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الدنیا میں بھی تقدیم وتاخیر الفاظ ہے جو تفسیر مذکور میں بدیں تقدیم وتاخیر ہے۔ لا تعجبک اموالھم ولا اولادھم فی الحیوۃ الدنیا انما یرید اللہ لیعذبھم ای بھا فی الاخرۃ اسیطرح آیہ لقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ ہے یعنی لولا ان را الخ مقدم ہے اور آیہ فضحکت فبشرنٰھا کی تقدیم وتاخیر فبشرناھا فضحکت بیان فرمائی ہے اس کی مثالیں آیات قرآنی کی تفسیر اتقان میں اور بھی ہیں فمن شاء فلیرجع الیھا لہذا اس تقدیم وتاخیر سے وفات حضرت عیسی کے رفع سے موخر ہے اور تاخیر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہوئی پس جس روایت میں کہ وفات عیسی بعد رفع سماوی منقول ہے وہ ان احادیث کثیرہ کے متعارض ہوگئے جنمیں نزول آنحضرت کا بالحتم ہونا مزبور و ماثور ہے اور روایتہ از قسم احاد لوجود احادیث مشہورہ حجت نہیں ہے۔

ثانیاً لفظ توفی مشترک ہے بمعنی وفات ووفی کے اور قرآن میں یہ لفظ دونو معنی میں وارد ہوا ہے۔ مثل قولہ وتوفنا مع الابرار وقولہ ثم توفی کل نفس ما کسبت کی ہیں اگر آیہ مستدلہ میں معنی وفات کے اخذ کیے جائیں تو وہ متعارض ومختلف آیہ ثانیہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم الی قولہ بل رفعہ اللہ الیہ سے ہونگے جو یہ آیت

مثبت رفع قبل از وفات کے ہے اور بعد رفع کوئی وحی مخبر اُن کی وفات کے نازل نہین
ہوئی۔ بجز اُن کے نزول بزمانہ حضرت قایم کے جو احادیث کثیرہ و مشہورہ سے ظاہر ہوا ہی
فعلی ذلک معنی متوفیک کی وفا سے ہے لیئے رافع تعارض واختلاف کے ہوتے ہیں۔

فاذا جاز الاحتمال بطل الاستدلال فصل دوم آیہ شریفہ وحرام علی قریۃ
ہیں خصوصیت عدم رجوع کی دنیا کیطرف اُسی قریہ والون سے بنا بر اظہار غضب کے
وارد ہوئی ہے اس آیت سے عموم جمیع مخلوق کا کب اور کسطرح مستنبط ہو سکتا ہے اور

کلام امیر المومنین بشرط صحت جو خطبہ جمعہ میں فرمایا ہے الم تروا الی الماضین منکم
لا یرجعون عموم پر دلالت نہین کرتا کہ الماضین پر لام عہد اور لفظ منکم داعی تخصیص
ہے کہ وہ خاص لوگ گذشتہ رجوع رجعت میں نکرین گے نہ یہ کہ قیامت میں بھی وہ رجوع
نہ ہوں گے اس تقدیر عموم میں آیہ انا للہ وانا الیہ راجعون کی تکذیب ہوتی ہے۔ نہ یہ
کہ اشد کافر اور اخص مومن کو بھی رجعت نہ ہوگی فعلی ذلک رجعت کو ناممکن سمجھنا قرآن
شریف کی تکذیب کرنی ہے جو فرمایا ہے ویوم نحشر من کل اُمّۃٍ فوجًا یعنی یوم رجعت
زندہ کرین گے ہر امت سے ایک فوج کو یہانپر تمام امت کو نہیں فرمایا البتہ آیہ قیامت
کبری میں فرماتا ہے ویوم نحشرھم جمیعًا یعنی بروز قیامت ہم سب کو محشور کریں گے

تو ہر دو آیت سے مابین رجعت وقیامت کی تمیز واضح ہو گی اور آیہ فقال لھم موتوا ثم
احیاھم مکذبین رجعت کو جھٹلاتی ہے جو رجعت کو مطلقًا ناممکن ہونا بتلاتے ہیں۔

فصل سوم آیہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میں وعدہ حضرت الٰہی غلبہ و استیلاء
دین اسلام کا تمام ادیان والوں پہ ہے جو یہ آج تک کسی خلیفہ اور کسی بادشاہ اسلام کو
باوصف اُنکے جہادات متواترہ کے نصیب نہیں ہوا اور غلبہ واستیلا تمام ادیان پر محض کاغذ

سیاہ کرنے سے نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ تمام ادیان والے اپنا دین ترک کر دیں اور دین اسلام
کے گرویدہ نہ ہو جائیں اور کم از کم تمام اہل ادیان حکومت اسلام کے تابع و مغلوب نہوں
جو یہ حالت اسوقت تک برعکس ظاہر ہو رہی ہے لہذا حضرت میرزا صاحب مصداق
اس آیہ کی نہیں ہوسکتے۔ بڑے بڑے سلاطین اسلام نے ہزاروں کافر مسلمان کر لیے مگر انکو
یہ مرتبہ غالب کردینے اسلام کا تمام ادیان پر حاصل نہیں ہوا۔ فصل چہارم آیہ و مبشرا
برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے استدلال کرنا رسالت حضرت غلام احمد میرزا صاحب کا
ع این خیال است و محال است و جنوں اہل ہوش ملاحظہ کریں کہ یہ زمانہ کا انقلاب ہے کہ جو احمد کا غلام
ہو وہ آج دعوے کرے کہ میں خود احمد ہوں یہ غلام کا ہی اثر ہے کہ غلام ہمیشہ نلے دفا سنتے رہے ہیں
اب یقین ہو گیا رسالت کا دعا اسوقت کہہ سکتا تھا جبکہ حضرت میرزا صاحب کا نام احمد حسن
احمد حسین احمد علی احمد بخش میں سے ہوتا یا مسیح اللہ اُن کے والد بزرگوار نے رکھا ہوتا بدین
شرط کہ اُنکی والدہ ماجدہ کا نام مریم بنت عمران ہوتا یا وہ حضرت خدا نخواستہ یکچشم ہوتے اور
یہاں تو جملہ برگشتہ ہے کہ وہ احمد کے غلام ہیں تاہم اس ادعا کا کہنا مشکل ہے کیونکہ مسیح موعود
تو بن باپ کے ہیں اور میرزا صاحب ماشاءاللہ باپ والے غلام احمد ہیں ع ببین تفاوت
رہ از کجا است تا بکجا بدیں حجت کہ مسیح موعود تو احادیث و ورود میں عیسی بن مریم و المسیح
ابن مریم ہیں جو یہ لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ اگر وہ حضرت باپ والے ہوتے تو عیسی ابن فلان
کہا جاتا اور ابن مریم وارد نہوتا بہتر ہوتا کہ حضرت میرزا صاحب دعوے آدمیت کا اپنے لیے
فرماتے اس مناسبت سے کہ اگر حضرت آدم کا ہبوط بنابر مشہور سراندیپ میں ہوا تھا تو
تو آپکا ہبوط شکم مادر سے ہوا اگر حضرت آدم کو شیطان نے بہکایا تھا تو انکو بھی ہوس نفسانی
بہمدوشی مسیحیت و احمدیت نے بہکالیا اگر اُنکو صحیفہ آیا تھا تو اِنہوں نے آسمان دماغ سے

قراطیس کے صفحات پر بہت سے صحائف نازل کر لیئے اگر وہ ابو البشر تھے تو ان کے چیلے بھی غالباً اُن کی اولاد صلبی کے برابر دیار دیار مضامین پہیلے ہوئے ہیں اگر اُن کے معجزات قرع سمع نہیں ہوئے تو یہ بھی فاقد المعجزہ رہے اور الہامات کا تو یہ حال ہے کہ مسمریزم والا دعوی ملہم ہونے کا کر سکتا ہے اور مغیبات کے اخبار سناتا ہے اور تہا سوفسٹ والی تو مدعی ہیں کہ ہم عالم ارواح میں سیر کرتے ہیں اور حضرت موسی و حضرت عیسی کے معجزات دکھلا سکتے ہیں اور ہر نجومی و رمالی آئیندہ کی خبریں دیتے رہتے ہیں اور مطابق اُنکے اخبار کے واقعات بھی پیش آجاتی ہیں۔ پس کہاں یہ اکتسابی الہامات اور کہاں انبیا و ائمہ کے لعلم وہی اخبارات سہ جوہر جام جم از طینت کان دگر است تو توقع زنگل کوزہ گراں میدارے کفار میں اصحاب استدراج کشف و کرامت رکھتے ہیں اور جو اسقدر بھی مقتدر نہ ہو اور اُس کی پیشین گوئی لعلم الاکتسابی کبھی مطابق واقع و کبھی غیر واقع ہو وہ۷ چونکہ حضرت عیسی مسیح مردہ کو زندہ اور مجذوم و مبروص و نابینا کو صحیح فرما دیا کرتے تھے اور موعود مسیح متصف انہیں صفات ہوئے ہیں اور مدعی مسیحیت فاقد الصفات المذکورہ رہے تو کوئی وجہ ادعائے مسیحیت کی پائی نہیں جاتی اور جبکہ مسیح موعود کا نزول احادیث مستفیضہ میں اس پتہ و قید سے وارد ہوا ہے کہ وہ مسیح ابن مریم و عیسی بن مریم ہوں گے۔ جس سے ظاہر ہوا کہ نزول مسیح مقید و مبین ہے اور لفظ ابن مریم اُس کا بیان اور قید صفتی ہے لفظ مسیح کا ہے تو حضرت غلام احمد صاحب کا ادعاء مسیحیت بعدومی صفت ابنیت مقیدہ کے متلزم ہے کہ وہ حضرت مصداق

آیہ کریمہ و یقولون نومن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً کے

ہو گی کہ نئی راہ بدعت کی اپنے مقلدین کے لیئے پیدا کر دی جو قولہ تعالیٰ ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً اسی جگہ پر طابق النعل بالنعل پایہ انطباق پر اپاتا گا و اتفاقاً بنزول مسیح و

۷ کس طرح کی دماغ یا اُن کی عقل حیرت میں ہے

بوجہ منفی ہونے ابن مریم کے پہونچ گیا فما ھذا الا الاختلاق ۔ فاللّٰھم قبلہ واجعلہ ذخیرتی فی یوم الحساب

تقریظ صداقت حفیظ نوک ریز قلم عالی شمیم والا منزلت عمدۃ الزمن السید شبر لعنت حسن صاحب

بعد حمد و صلوۃ یہ کمترین خلقت رب العزۃ تابع شریعت حسن العقیدۃ برسالہ ختمی نبوت و امامت بلافصل شاہ ولایت عرض پرداز ہے کہ حقیر ناچیز بارہ شعور سے مطالعہ کتب علمیہ اُردو فارسی کا شایق رہا اور اکثر اسفار ضخیمہ و رسائل صغیرہ نظر سے گذری اور مصنف علام کی تصنیفات کو بھی بغور دیکھا ہے جو مختلف مباحث و معالم میں منضبط فرمائے ہیں فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء اکثر رسالہ اردو کی کتب فارسی علماء اعلام سے مضامین و مقاصد و مباحث میں مستخرج پائی گئی جو ذاتی اجتہادات سے معرّیٰ ہیں اور مصنفات حضرت علام کو سب سے جدا دیکھا کہ ہر مصنفہ رسالہ معزیٰ الیہ کا تحقیق شدید و تدقیق جدید سے خالی نہیں ہے وہ کسی کتاب قدیم و جدید سے مقتبس ہونا قاصر کی نظر سے نہیں گذرا یہ رسالہ موجزہ بھی ہر چند بحث وجود ذیجود حضرت قائم سلام اللہ علیہ و علیٰ آبائہ الطاہرین میں ندرت خیز نہیں ہے بلکہ متقدمین و متاخرین نے علماء شیعہ سے بجوابات شافیہ منکرین وجود کو پسپا فرمادیا ہے گویا کہ یہ بحث کہرل شدہ ہوگیا ہے پس اسمیں قلم فرسائی کرنا یا این ہمہ کثرت اجوبہ بسیطہ کی اور سب سے بچکر نکلنا دقت و موشگافی مصنف ممدوح کا مصدق ہے چنانچہ رسالہ ہذا میں جزیرہ اخضر مسکن امام العصر کا جغرافیہ لکھا ہے جو اس ناچیز نے قطعاً و دیگر حضرات نے غالباً کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور جو طول العمر میں موازنہ سن حضرت خضر و نوح سے حضرت قائم آل محمد کا بیان فرمایا ہے وہ خاص حصہ مصنف کا ہی ہے غرضکہ یہ مختصر اوراق رسالہ کی بھی جودت قلم و مہارت علم مصنف علیم سے خالی نہیں ہے ادام اللہ مزید توفیقاتہ خداوند عز و جل فرماتا ہے

وفضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ۔ صنفہ فی ۱۳۳۳ھ طبعہ فی ۱۳۳۵ھ